اضافہ شدہ ایڈیشن

سبیل اللہ کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی





ناشر

مکتبہ ایمان ویقین

بنوری ٹاؤن کراچی

سبیل اللہ کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

اور

جہاد پر چند اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

استاد حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

مکتبہ ایمان ویقین

بنوری ٹاؤن کراچی

[illegible]

نام کتاب: سبیل اللہ کی تحقیق

مصنف: حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

طبع اول: ۱۹۹۰ء

طبع دوم: فروری ۲۰۱۲ء بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

طبع سوم: اپریل ۲۰۱۴ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

طبع چہارم: نومبر ۲۰۱۷ء صفر ۱۴۳۹ھ

ناشر: الحبیب پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی 0321-2156429

باہتمام: مولانا خلیل احمد بن حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم

رابطہ: 0345-6420247

ملنے کے پتے

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ خانہ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ الایمان

دکان نمبر 61، اسلام کتب مارکیٹ

بنوری ٹاؤن کراچی

مہتمم محمد یوسف زئی: 0313-3923841

انتساب

میں اپنی کتاب کا انتساب ان علماء کرام اور اہل قلم حضرات کی طرف منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے حق گوئی میں اپنے خطابات اور تقاریر و تحریرات کو افراط و تفریط اور تحریفات سے محفوظ رکھا۔

فضل محمد یوسف زئی

در فیضِ محمد ﷺ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضانِ گناہ کو دو خبر فیضِ محمد ﷺ کی
بلاقیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

فہرست مضامین

عرض حال

محترم قارئین!

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کو میں نے بہت عرصہ پہلے لکھا تھا اس پر کئی علماء کی تقریظات بھی لکھوائی تھیں لیکن کچھ عرصہ تک یہ مسودہ ہاتھ سے ضائع ہو گیا تھا، اب مسودہ ہاتھ میں آگیا تو اس کو کسی تاخیر کے بغیر چھاپنے کے لئے دیدیا۔

تمام احباب پر واضح کرتا ہوں کہ یہ کتاب اور یہ مضمون کسی خاص طبقہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ مقصد ہے۔ یہ صرف ایک شرعی حکم اور شرعی اصطلاح "فی سبیل اللہ" کی تحقیق اور اس کی واقعی اور نفس الامری حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ تا کہ اسلام کا اصلی نقشہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے آجائے اور دل و دماغ میں محفوظ ہو جائے کہ اللہ کی راہ کیا ہے

تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں کی تابعداری کر کے اپنی گردن اسلام کی رسی کے تابع بنائیں نہ یہ کہ اسلام کو اپنے وضع کردہ اصولوں کے تحت اپنائیں۔ اسلام ایک ہمہ گیر دین ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث میں بالکل محفوظ ہے اور ان دونوں کی تشریحات فقہ اسلامی کی شکل میں اپنے تمام دفعات کے ساتھ موجود ہیں۔ اسلامی تاریخ اسلام کے تمام گوشوں کو اپنی اصلی شکل میں امت کے سامنے واضح طور پر پیش کرتی ہے۔ ان بنیادوں کی موجودگی میں کسی مسلمان کو کسی تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس تذبذب میں پڑنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کا اصلی اور روشن چہرہ کہاں پر چمک دمک کے ساتھ موجود ہے۔

بہر حال میں ایک نیک ارادے اور اصلاح احوال کی غرض سے عام مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اس کتاب کو شائع کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

بسوئے قطار میکشم ناقۂ بے زمام را

ترجمہ: "بے مہار اونٹنی کو قطار کی طرف کھینچ کر لاتا ہوں

فضل محمد یوسف زئی

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۸ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

محترم قارئین!

میں آپ کے سامنے لفظ "فی سبیل اللہ" کی مختصر حقیقت رکھنا چاہتا ہوں تاکہ آپ جان سکیں کہ لفظ "سبیل اللہ" جو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ صرف ایک خاص راستے کے لئے بولا گیا ہے یا کوئی عام مفہوم رکھتا ہے؟ اگر خاص راستہ ہے تو کونسا راستہ ہے اور اگر عام ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چونکہ نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے مصداق سلف صالحین نے متعین کئے ہیں، اگر کوئی کسی نے اپنے مصداق کے علاوہ پر چسپاں کیا تو یہ تحریف معنوی کے مترادف ہوگا اور تحریف کی وعید شدید تو تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے کہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بناتا ہے۔ یہ کتابچہ چند سوالوں کے جواب میں ہے نہ کسی کی تردید مقصود ہے اور نہ کسی پر نکیر۔ سائل نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دیا گیا ہے جواب کے ضمن میں اگر کسی طرف اشارہ ہوا ہے تو وہ سائل کے سوال کی وجہ سے ہے۔ اس کتابچہ کے تین موضوعات ہیں:

۱۔ سبیل اللہ کی تحقیق

۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مضمون

۳۔ جہاد پر چند شبہات کا ازالہ

[illegible] حقیقت [illegible] غرض [illegible] تسلسل کے ساتھ [illegible]

ہمیں۔علمی کم مائیگی اور لسانی اجنبیت کے حوالے سے اگر کوئی غلطی دیکھیں تو وہ ضرور مجھے
سے مطلع کریں۔

''تحریف معنوی''

سوال نمبر ا: تحریفِ معنوی کسے کہتے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ تفصیل سے سمجھا دیں۔

جواب: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں تحریف معنوی کے متعلق یوں لکھا ہے۔

اَلتَّحْرِيْفُ الْمَعْنَوِيُّ۔ تَأْوِيْلٌ فَاسِدٌ بِحَمْلِ الْاٰيَةِ عَلٰى غَيْرِ مَعْنَاهَا۔۔۔الخ

ترجمہ: اور تحریف معنوی اس تاویل فاسد کا نام ہے، کہ سینہ زوری اور کھینچا تانی کر کے راہ مستقیم سے ہٹ کر آیت کو اس کے اصل معنی کے خلاف پر حمل کیا جائے۔ (شرح فوز الکبیر)

آیت کے مصداق میں جان بوجھ کر یا غلطی سے غلط رائے قائم کرنا یا اس کے عموم کو خاص معنی بنانا یا اس کے خصوص کو عام معنی دیدینا یہ سب تحریف معنوی کے زمرے میں آتا ہے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل سے بطور مثال آپ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ۔۔۔۔۔وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

میں مفسرین وفقہاء کرام کی آراء دیکھ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آیتوں کے محامل ومصادیق متعین ہیں اور ظاہری الفاظ کے عموم یا خصوص سے غلطی کھانے کا کتنا خطرہ ہے اس کام کو ایک راسخ العلم عالم مشکل سے سرانجام دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک ان پڑھ اٹھ کر اس کی خود ساختہ تشریح شروع کردے اور برباد ہو جائے۔مندرجہ بالا آیت میں ''فی سبیل اللّٰہ'' کا لفظ عام معلوم ہوتا ہے یعنی اللہ کے راستے میں زکوۃ دیا کرو۔لیکن امت نے اس سے جو مراد لیا ہے وہ آپ دیکھ لیں کہ وہ مجاہدین یا حجاج کرام ہیں۔چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں۔

وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَيِ الْقَائِمِيْنَ بِالْجِهَادِ (تفسیر جلالین ص ۱۶۱)

ترجمہ ''اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں مصروف مجاہدین''۔

۲۔ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَیْ فُقَرَاءِ الْغُزَاۃِ وَالْحَجِیْجِ الْمُنْقَطِعِ بِھِمْ.

(تفسیر کشاف ۲/ ۳۸۳)

ترجمہ ''اللہ کی راہ میں یعنی فقیر غازی اور وہ حجاج کرام جن کا سفر خرچہ ختم ہوگیا ہو۔

۳۔ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ یَعْنِی الْغُزَاۃَ: قَالَ الشَّافِعِیُّ یَجُوْزُلَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ مِنْ مَالِ الزَّکٰوۃِ وَاِنْ کَانَ غَنِیًّا. وَھُوَ مَذْھَبُ مَالِکٍؒ وَاِسْحَاقَؒ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَؒ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَؒ وَصَاحِبَاہُؒ لَا یُعْطَی الْغَازِی اِلَّا اِذَا کَانَ مُحْتَاجًا.

(تفسیر کبیر ۱۶/ ۱۱۳)

ترجمہ ''اللہ کی راہ میں یعنی عام مفسرین نے اس سے مجاہدین مراد لیا ہے چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غازی مال زکوۃ سے لے سکتا ہے اگر چہ وہ مالدار ہو یہی امام مالکؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور ابو عبیدہؒ کا مسلک ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ غازی جب فقیر محتاج ہو اس کو زکوۃ دی جائے گی ورنہ نہیں''۔

۴۔ وَاَمَّا وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْھُمُ الْغُزَاۃُ الَّذِیْنَ لَا حَقَّ لَھُمْ فِی الدِّیْوَانِ وَعِنْدَ اِسْحَاقَؒ وَاَحْمَدَؒ وَالْحَجُّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.

(ابن کثیر ۲/ ۳۶۶)

ترجمہ ''اور بہر حال اللہ کی راہ میں وہ لوگ ہیں جو مجاہدین ہیں جن کے لیے سرکاری دفتر میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اسحاق بن راہویہؒ اور احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حج والے حاجی بھی اللہ کی راہ میں ہیں''۔

۵۔ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. اُرِیْدَ بِذٰلِکَ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَؒ مُنْقَطِعُوا الْغُزَاۃِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ مُنْقَطِعُوا الْحَجِیْجِ وَقِیْلَ الْمُرَادُ طَلَبَۃُ الْعِلْمِ وَالتَّحْقِیْقُ.... الخ.

(روح المعانی ۴/ ۱۲۳)

ترجمہ ''اللہ کی راہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جن کا خرچہ

راستے میں ختم ہو چکا ہو اور امام محمد کے نزدیک اس سے وہ حاجی مراد ہیں جن کا [illegible]
ختم ہو کر حج سے کٹ گئے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے طلبہ علم مراد ہیں۔

۶. وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَهُمُ الْغُزَاةُ وَمَوْضِعُ الرِّبَاطِ. (تفسیر القرطبی ۱۵۰/۱

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں یعنی غازی اور اسلامی سرحد پر پہرہ دینے والے [illegible]
ہیں"۔

۷. ثُمَّ ذَكَرَ اللّٰهُ تعالى الْاِعَانَةَ عَلَى الْجِهَادِ بِقَوْلِهٖ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فيصرف على الْمُنْقَطِعِیْنَ فِی الْجِهَادِ قَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِذَا اُطْلِقَ فَهُوَ فِی الْغالب وَاقِعٌ عَلَى الْجِهَادِ حَتّٰى صَارَ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ كَاَنَّهٗ مَقْصُوْرٌ عَلَيْهِ.

(تفسیر القاسمی سورۃ التوبۃ)

ترجمہ: "پھر اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی مدد کے لیے اللہ کی راہ کا ذکر کیا ہے اس سے وہ
مجاہدین مراد ہیں جو زادِ راہ ختم ہونے کی وجہ سے جہاد سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ علامہ ابن
اثیر نے کہا ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جب مطلق ذکر ہو جائے تو وہ عموماً جہاد پر بولا جاتا
ہے یہاں تک کہ اس معنی میں اس کا استعمال اتنا زیادہ ہے کہ گویا لفظ فی سبیل اللہ جہاد
کے معنی میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔

۸. وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اور جہاد کرنے والوں کے سامان میں۔ (تفسیر بیان القرآن ص ۲۰۴)

۹. وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ یعنی جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے (تفسیر عثمانی ص ۲۵۴)

۱۰. وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ یعنی فقراء مجاہدین۔ وہ حجاج جن کا زادِ سفر ختم ہو چکا ہو اور طالبانِ علم
دین۔ (تفسیر جواہر القرآن ۴۴۲)

۱۱۔ معارف القرآن نے ایک جامع مقالہ پیش کیا ہے جس کے چند جملے اور کلمات یہ ہیں۔ صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے براہِ راست قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور سمجھا
ہے ان کی اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو جہاد [illegible]

مجاہدین کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے......... اگر ''فی سبیل اللّٰہ'' کے مفہوم میں وہ تمام طاعات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (آئندہ آرہا ہے) بالکل غلط ٹھہرتا ہے معلوم ہوا کہ ''فی سبیل اللّٰہ'' کے لغوی ترجمہ سے جو ناواقف کو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے۔

(معارف القرآن ٤/٤٠٧)

محترم حضرات! دیکھا آپ نے کہ یہاں مفسرین نے ''سبیل اللّٰہ'' کو عام نہیں مانا ہے بلکہ اس کو مجاہدین اور حجاج کے ساتھ خاص کیا ہے حجاج کو شامل کرنے والے بھی بعض فقہاء ہیں یعنی امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ، دیگر تمام فقہاء کرام نے اس کو غازیوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ نے ایک حدیث کے پیش نظر اس لفظ میں حاجیوں کو بھی شامل کیا ہے۔ اب اگر کوئی ظاہر بین اس لفظ کو عام کردے اور ہر خیر میں زکوٰۃ دینا شروع کردے تو یہ تحریف ہوگی۔

۱۲۔ اب ایک حوالہ فقہ حنفیہ کی کتاب الھدایہ سے بھی دیکھ لیں فرماتے ہیں۔

وفی سبیل اللّٰہ منقطع الغزاۃ عند ابی یوسف لانہ المتعاھم عند الاطلاق.

ترجمہ: یعنی جب ''فی سبیل اللّٰہ'' کا لفظ مطلقاً ذکر ہو جائے تو اس سے مجاہدین و غزاۃ مراد ہوں گے۔

بہر حال ہر مسلمان کو احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ نصوص میں خلط ملط کرنے سے بچ جائے تاکہ تحریف نہ آئے۔

''سبیل اللہ قرآن کریم میں کتنی بار آیا ہے''

سوال نمبر۲: فی سبیل اللہ کا لفظ صراحۃً قرآن کریم میں کتنی بار آیا ہے؟

جواب: یہ مخصوص لفظ قرآن کریم میں تقریباً ۶۷ بار آیا ہے۔

''اسکے استعمال کے مواقع بمعہ حوالاجات''

سوال نمبر۳: اسکے استعمال کے مواقع بمعہ حوالہ بتادیں؟

جواب: اب آپ لفظ فی سبیل اللہ کے استعمال کے عام مواقع بھی دیکھ لیں تو سب سے پہلے آپ سمجھ لیجئے کہ قرآن کریم کو پڑھنے اور دیکھنے سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے ۔ لفظ ''فی سبیل اللہ'' عموماً تین مقامات میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ جہاد، مجاہدین اور میدان جنگ میں لڑنے والے غازیوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ کیلئے آیا ہے لیکن یہ استعمال مشترک ہوا ہے کبھی انفاق فی سبیل الجهاد میں ہے اور کبھی انفاق مطلقاً اُمور خیر میں ہے لیکن زیادہ تر انفاق فی سبیل الجهاد کیلئے آیا ہے۔

۳۔ تیسرا استعمال فی سبیل اللہ کا مطلق دین اسلام میں ہوا ہے جیسے ﴿وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ یہ لفظ اپنے اس عام اطلاق کے باعث دین کے ہر شعبہ کو شامل ہے اس کو کسی خاص شعبہ دین کیلئے استعمال تو کر سکتے ہیں مگر اس کیساتھ خاص نہیں کر سکتے ہیں جیسے بعض احباب فی سبیل اللہ کو صرف اور صرف ایک خاص عمل کیلئے استعمال کرتے ہیں گویا کہ یہ لفظ اس مخصوص عمل کیلئے آسمان سے اتارا گیا ہے حالانکہ اس عام اطلاق کو اس طرح بند کرنا بڑی جرأت اور معنوی تحریف کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین!

اب آپ ''فی سبیل اللہ'' کے استعمال کے متعلق آیات نمبر وار بمعہ حوالہ سورت دیکھ لیں۔

فی سبیل اللہ کا اطلاق صرف جہاد پر

۱. ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ﴾ (البقرة، الآية ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں۔

۲. ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا﴾. (البقرة الآية ۱۹۰)

ترجمہ: اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا۔

۳. ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾. (البقرة الآية ۲۱۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں کفار سے جنگ کرتے رہے وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

۴. ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (البقرة الآية ۲۴۴)

ترجمہ: (اور اے مسلمانو!) اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

۵. ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا﴾. (البقرة، الآية ۲۴۶)

ترجمہ: بھلا تم نے بنی اسرئیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسٰی علیہ السلام کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیں تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں پیغمبر نے کہا کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو تہی کرو۔

۶. ﴿قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا...﴾ (البقرة الآية ۲۴۶)

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ ہم راہ خدا میں کیوں نہیں لڑیں گے جبکہ ہم وطن سے خارج اور بچوں سے جدا کردیئے گئے۔

۷. ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ

كافِرَةٌ....﴾ (آل عمران الآية ۱۳)

ترجمہ: تمہارے لئے دوگروہوں میں جو جنگ بدر کے دن آپس میں بھڑ گئے قدرت خدا کی عظیم الشان نشانی تھی۔ ایک گروہ مسلمانوں کا تھا وہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔

۸. ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا﴾ (آل عمران الآية ۱۴۶)

ترجمہ: اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اھل اللہ خدا کے دشمنوں سے لڑے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی اور نہ کافروں سے دب گئے۔

. ﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (آل عمران الآية ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم خدا کے راستے میں مارے جاؤ تو جو مال و متاع لوگ جمع کرتے ہیں اس سے خدا کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے۔

۱۰. ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ﴾ (آل عمران الآية ۱۶۷)

ترجمہ: اور جب ان منافقین سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کرو یا کافروں کے حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ رہتے۔

۱. ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران الآية ۱۶۹)

ترجمہ: جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھو وہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔

۱. ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ﴾ (النساء الآية ۷۴)

ترجمہ: تو ہاں اس شخص کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

۱۳. ﴿وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْيَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء الآية ۷۴)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

۱۴. ﴿وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا﴾ (النساء الآية ۷۵)

ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے ہو جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔

۱۵. ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ﴾ (النساء الآية ۷۶)

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لئے لڑتے ہیں پس تم شیطان کے حامیوں سے لڑو۔

۱۶. ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (النساء الآية ۸۴)

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو، قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے۔

۱۷. ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى

اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾(النساء الآیة ۹۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔

۱۸. ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء الآیة ۹۵)

ترجمہ: جو مسلمان گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور لڑنے سے جی چراتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ، اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔

۱۹. ﴿وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً﴾(النساء الآیة ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

۲۰. ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾(المائدة الآیة ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۲۱. ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِکَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾(الانفال الآیة ۷۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے لڑے وہ اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

۲۲. ﴿والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقا﴾ (الانفال الآیۃ ۷۴)

ترجمہ: اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔

۲۳. ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (التوبۃ الآیۃ ۱۹)

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ یہ لوگ خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتے ہیں۔

۲۴. ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (التوبۃ الآیۃ ۲۰)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال وجان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے بڑے درجے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

۲۵. ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ط اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ (التوبۃ الآیۃ ۳۸، ۳۹)

ترجمہ: مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو جہاد کے لئے تو تم کاہلی کے سبب سے زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو! دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو عذاب دے گا تم کو دردناک عذاب۔

۲۶. ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (التوبة الآية ۴۱)

ترجمہ: تم سبک بار ہو یا گرانبار یعنی مال و اسباب تھوڑا ہو یا زیادہ گھروں سے نکل آؤ اور خدا کے راستے میں مال و جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

۲۷. ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ التوبة الآية ۶۰

ترجمہ: صدقات یعنی زکوۃ و خیرات تو مفلسوں اور محتاجوں کا حق ہے اور کارکنان صدقات کا ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں یہ مال خرچ کرنا چاہئے یہ حقوق، اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

۲۸. ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبة الآية ۸۱)

ترجمہ: جو لوگ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا کی مرضی کے خلاف بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا۔ کہ اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اوروں سے بھی کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا ان سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ۔

اس سے زیادہ گرم ہے کاش یہ سمجھتے۔

۲۹. ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ (التوبة الآية ۱۱۱)

ترجمہ: خدا نے مومنو! سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت تیار کی ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہے اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا ضروری ہے)۔

۳۰. ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ (التوبة الآية ۱۲۰)

ترجمہ: یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والے ہیں، نہ پہنچتی ہے ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہ قدم رکھتے ہیں کسی جگہ جس سے کافر خفا ہوں اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل۔

۳۱. ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا أَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ (الحج الآية ۵۸)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے ان کو اللہ اچھی روزی دیگا۔

۳۲. ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النور الآية ۲۲)

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ خرچ نہیں دیں گے ان کو چاہئے معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۳. ﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد الآیۃ ۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔

۳۴. ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات الآیۃ ۱۵)

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان اور مال سے لڑے یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔

۳۵. ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الصف الآیۃ ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے خلاصی دے، وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۳۶. ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى لا وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ لا وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾

(المزمل الآیۃ ۲۰)

ترجمہ: اللہ نے جان لیا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض معاش کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا

ی قرآن پڑھ لیا کرو۔

☆☆☆

ان چھتیس مقامات میں آپ نے دیکھا کہ لفظ "فی سبیل اللّٰہ" جِهَادٌ بِالسَّيْفِ اور قِتَال کے لئے وارد ہوا ہے۔ اس میں کسی عموم کی گنجائش نہیں ہے بعض احباب ان آیتوں کو بھی ایک خاص عمل کے لئے استعمال کرتے ہیں اور "فی سبیل اللّٰہ" کے اس خاص اطلاق کو عام کر کے آیتوں کو اپنے مقصد کی طرف موڑتے ہیں یہ کوئی اچھا کام نہیں نہ یہ دین کی خدمت ہے بلکہ تحریف کا قوی امکان ہے یہ تو لفظ "فی سبیل اللّٰہ" صراحۃً مضاف تھا اسم ظاہر "اللہ" کی طرف۔

اب وہ مقامات بھی دیکھ لیں جہاں سبیلہ یا سبیل ربک یا سبیلی جیسے الفاظ ہیں اور وہ بھی جہاد کیساتھ خاص ہیں:

۱. ﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ (آل عمران الآية ۱۹۵)

ترجمہ: پس جو لوگ ہجرت کر گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کردونگا۔

۲. ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدة الآية ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

۳. ﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ﴾ (ممتحنة، الآية ۱)

ترجمہ: مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے مکہ سے نکلے ہو۔

۴. ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصف الآية ۴)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں ایسے طور پر پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بیشک محبوب پروردگار ہیں۔

۵. ﴿وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ﴾ (التوبة الآية ۲۴)

ترجمہ: اور اگر وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو پھر ٹھہرے رہو تا کہ اللہ اپنا عذاب بھیجے۔

یہ قرآن کریم میں اکتالیس آیتیں سبیل اللہ کے مفہوم پر وارد ہوئی ہیں۔ یہاں اللہ کا راستہ ایک اصطلاحی معنی جہاد بالسیف کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس کو اسی مفہوم پر رکھنا ہوگا۔ ہر راستہ کے لئے ان آیتوں کو استعمال کرنا باعث خطرہ ہے کیونکہ یہ اطلاق خاص ہے عام نہیں ہے۔

"سبیل اللہ کے متعلق احادیث مبارکہ"

سوال نمبر۴: اس موضوع اور اس خاص اطلاق پر کیا آپ احادیث بھی بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں "فی سبیل اللہ" کا لفظ مشکوٰۃ شریف کے ابواب الجہاد میں تقریباً ۶۳ بار آیا ہے جو جہاد اور قتال کیساتھ خاص ہے ان سب احادیث کا جمع کرنا تو مشکل ہے مگر پھر بھی میں چالیس احادیث درج کرتا ہوں جو "فی سبیل اللہ" پر مشتمل ہیں۔

۱ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدين في سبيل الله مابين الدرجتين كما بين السماء والارض.

(رواه البخاری مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی)

ترجمہ: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جنت میں ایک سو درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین "فی سبیل اللہ" کیلئے تیار کئے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

۲ قال عليه الصلاة والسلام مثل المجاهد في سبيل الله كمثل الصائم القائم القانت بآيات الله لا يفتر من صيام ولا صلوة حتى يرجع المجاهد في سبيل الله. (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی)

ترجمہ: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی روزہ دار، تہجد گزار، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو روزہ نماز سے بھی نہیں تھکتا ہو، یہاں تک کہ وہ مجاہد "فی سبیل اللہ" گھر لوٹ جائے۔

۳ قال عليه الصلاة والسلام رباط يوم في سبيل الله خير من الدنيا وما عليها. (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی)

ترجمہ: حضرت کا فرمان ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن کا پہرہ دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

۴ قال عليه الصلاة والسلام لغدوة في سبيل الله او روحة خير من الدنيا وما فيها. (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۹ قدیمی)

ترجمہ: حضرت کا ارشاد ہے کہ ایک صبح کے لئے یا ایک شام کے لئے اللہ کے راستے جہاد میں جانا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

۵ قال عليه الصلاة والسلام رباط يوم وليلة في سبيل الله خير من صيام شهر

وَقِیَامِهٖ.(رواه مسلم مشكوة ص ٣٢٩ قديمى)

ترجمہ: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں ایک دن رات کا پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور تہجد سے افضل ہے۔

٦ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.

(رواه البخارى مشكوة ص ٣٢٩ قديمى)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں جس بندے کے پاؤں غبار آلود ہو جاتے ہیں تو اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی ہے۔

٧ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ .....(رواه مسلم مشكوة ص ٣٢٩ قديمى)

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں گھوڑے کی باگ پکڑے اور جب بھی کسی کی خوفزدہ آواز یا فریاد کی آواز سنے تو جلدی سے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے (اور اس شخص کی مدد میں جان کی پرواہ کئے بغیر) موت اور قتل کو تلاش کرتا ہے۔ یعنی مصیبت زدہ کی مدد کی پوری کوشش کرتا ہے اور اپنی جان کی بازی لگاتا ہے۔

٨ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا.

(متفق عليه مشكوة ص ٣٢٩ قديمى)

ترجمہ: حضرت کا مبارک فرمان ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو تیار کر کے جہاد پر بھیجا تو اس نے خود جہاد کیا یعنی اس کے لئے ساز و سامان تیار کر کے دیا تو جہاد میں برابر کا شریک ہے۔

٩ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ.(متفق عليه مشكوة ص ٣٢٩ قديمى)

ترجمہ: حضرت نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری خواہش وتمنا تو یہی ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔

۱۰. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ. (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے جہاد میں مارا جانا دین (یعنی حقوق العباد) کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۱۱. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ دَمًا، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ. (متفق علیه مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی)

ترجمہ: حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں زخمی کیا جاتا ہے اور اللہ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے میں زخمی کیا جاتا ہے تو وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا

اس خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر اس کی بو مشک وعنبر کی طرح ہوگی۔

۱۲. عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِأَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ. (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۰ قدیمی)

ترجمہ: ابی مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص دربار نبوی ﷺ میں نکیل پڑی ہوئی ایک اونٹنی لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اونٹنی اللہ کے راستے جہاد کے لئے ہے (یعنی اس کو قبول فرمائیے جہاد کے لئے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں قیامت کے دن تمہیں سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور سب کی نکیل پڑی ہوگی۔

۱۳۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.(متفق علیہ مشکوۃ ص ۳۳۱ قدیمی)

ترجمہ: ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک تو وہ شخص ہے جو مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے جو شہرت حاصل کرنے اور نام کے لئے لڑتا ہے اور ایک وہ شخص جو بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے لڑتا ہے تو ان تینوں میں کون اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے فرمایا کہ جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو جائے وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے۔

۱۴۔ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَوَاقَ نَاقَۃٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ.(رواہ الترمذی ابوداؤد، مشکوۃ ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں اتنا وقت لڑا جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے میں بیچ کا وقفہ ہوتا ہے تو اس شخص کے لئے جنت واجب ہوگئی (یعنی تھوڑی دیر کے لئے لڑا)۔

۱۵۔ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَنْفَقَ نَفْقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کُتِبَ لَہٗ بِسَبْعِمِاءَۃِ ضِعْفٍ.(رواہ الترمذی والنسائی مشکوۃ ص ۳۳۲ قدیمی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کریگا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جائیگا۔

۱۶۔ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِہٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یَنْمِیْ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَیَأْمَنُ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ.

(رواہ الترمذی و ابو داؤد و الدارمی مشکوۃ ص ۳۳۲ قدیمی)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر مردے کا عمل سربمہر کیا جاتا ہے (یعنی موت کے بعد منقطع ہو جاتا ہے) لیکن جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں پاسبانی اور پہرہ دیتا ہوا مر جائے تو اس کے لئے اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھا دیا جاتا ہے اور وہ شخص قبر کے فتنہ سے مامون رہتا ہے۔

۱۷. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مِنْحَةُ خَادِمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

(رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ بہترین صدقہ اس خیمہ کا سایہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں کسی مجاہد کو دیا جائے اور بہترین صدقہ وہ خادم ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں دیا جائے اور بہترین صدقہ اللہ کے راستے میں اونٹنی کا دینا ہے جو جفتی کے قابل ہو (یعنی سواری کے قابل جوان اونٹنی)۔

۱۸. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ.

(رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت ﷺ کی بشارت ہے کہ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائیگا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور کسی بندے پر اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

۱۹. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی ہے ایک تو وہ آنکھ جو خوف خدا سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ ہے

جس نے اللہ کے راستے جہاد میں چوکیداری کر کے رات گزاری ہو۔

۲۰. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي ضِمْنِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ . . .فَإِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(رواه الترمذی مشکوة ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے اس صحابی کے جواب میں جنہوں نے ایک درہ میں کنارہ کش ہو کر عبادت کے لئے بیٹھنے کی اجازت مانگی تھی۔ فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کے راستے جہاد میں قیام کرنا اس کا گھر میں ستر برس نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے اور تمہیں ابتداہی میں جنت میں داخل کر دے اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں لڑو۔

۲۱. عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ.

(رواه الترمذی والنسائی مشکوة ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں کفر کی سرحدوں پر ایک دن کے لئے بھی پاسبانی اور پہرہ دینا گھروں میں ایک ہزار دنوں کی عبادت سے افضل ہے۔

۲۲. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ،فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ.(رواه الترمذی مشکوة ص ۳۳۳)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک تو خدا کے خوف سے بہا ہوا آنسوں کا قطرہ اور دوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو اور دو نشانوں میں سے ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں زخم وغیرہ سے پڑ جائے اور دوسرا

نشان وہ ہے جو فرائض میں سے کسی فریضہ کی وجہ سے پڑ جائے (جیسے وضو یا نماز سے جسم پر اثر آجائے)۔

۲۳. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ اِلَّا حَاجًا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(رواہ ابو داؤد مشکوۃ ص ۳۳۳)

ترجمہ: حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تم حج یا عمرہ یا اللہ کے راستے جہاد میں جانے کے علاوہ سمندر میں سفر نہ کرو (یعنی سمندر کا پرخطر سفر شرعی ضرورت کے بغیر نہیں کرنا چاہئے)۔

۲۴. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ فَصَلَ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ اَوْ قُتِلَ اَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ اَوْ بَعِيْرُهُ اَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ اَوْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ بِاَیِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَاِنَّهٗ شَهِيْدٌ وَاِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ.(رواہ ابو داؤد مشکوۃ ص ۳۳۳)

ترجمہ: فرمان نبوی علیہ الصلاۃ والسلام ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں نکلا پھر طبعی موت مرا یا اس کو جان سے مار ڈالا گیا یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے اسے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور نے اس کو ڈس لیا یا یونہی کسی بیماری وغیرہ سے اللہ کے حکم سے اپنے بستر پر مر گیا پس وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے۔

۲۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَبْتَغِیْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا اَجْرَ لَهٗ.(رواہ ابو داؤد مشکوۃ ص ۳۳۳)

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ وہ اس جہاد کے ذریعہ سے مال واسباب کا خواہشمند ہے۔

حضرت ﷺ نے فرمایا اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

۲۶. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِیْ ضِمْنِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ ،اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْيَهُوْدِيَّةِ

وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَلٰكِنِّيْ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَمَقَامُ اَحَدِكُمْ فِي الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهٖ سِتِّيْنَ سَنَةً.(رواہ احمد مشکوۃ ص ۳۳۴)

ترجمہ: جہاد سے بیٹھ رہنے کی ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی اس ضمن میں حضرت نے فرمایا یادرکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہودیت اور نصرانیت پر نہیں بھیجا ہے (کہ گوشہ نشینی اور کنارہ کشی اختیار کروں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرک سے پاک ایک آسان دین دیکر مبعوث فرمایا ہے۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ایک صبح یا شام کو اللہ کے راستے جہاد میں چلا جانا، دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ میں جماعت کیساتھ صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی تنہا پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے۔

۲۷. قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْوِ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰى.(رواہ النسائی مشکوۃ ص ۳۳۴)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے جہاد میں گیا اور اس نے ایک رسی کی بھی نیت کی تو اس کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کا اس نے قصد وارادہ کیا (یعنی اسکو اجر وثواب نہیں ملے گا)۔

۲۸. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ ضِمْنِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ، وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِاَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ وَمَا هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(رواہ مسلم مشکوۃ ص ۳۳۴)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایک چیز اور ہے جس کی سبب اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کو سو (۱۰۰) درجے کی بلندی پر پہنچاتا ہے اس میں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان وزمین کے

درمیان ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔

۲۹. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اِحْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَ تَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(رواه البخاری مشکوة ص ۳۳۶)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اللہ کے راستے جہاد کے لئے گھوڑا رکھا اور وہ شخص مومن ہے اور اللہ کے وعدوں کو سچا جانتا ہے تو پھر اس گھوڑے کی سیری اور سیرابی اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کی ترازو میں تولے جائینگے۔

۳۰. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَاَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ اَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ. (رواه النسائی مشکوة ص ۳۳۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خدا کی قسم! میرا اللہ کے راستے میں جہاد میں مارا جانا میرے نزدیک اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ خیمے والے اور حویلیوں والے میرے مملوک ہوں (یعنی دنیا و مافیھا)

۳۱. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِاٰةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اَنْفَقَ فِيْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِاٰئَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ. (رواه ابن ماجة مشکوة ص ۳۳۵)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ جس نے اللہ کی راہ (جہاد) میں روپیہ پیسے بھیجا اور خود اپنے گھر میں بیٹھا رہا (شریک نہ ھوا) تو اس کے لیے ہر درھم کے بدلے سات سو درھم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جہاد بھی کیا اور مال بھی خرچ کیا تو اس کو ہر درھم کے بدلے سات لاکھ درھم کا ثواب ملے گا۔

۳۲. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اَلْقَتْلٰى ثَلٰثَةٌ، مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْهِ. فَذَالِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ إِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ..... الخ (رواه الدارمی مشکوة ص ۳۳۵)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ جہاد میں جو لوگ مارے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کامل مومن ہے جس نے اللہ کے راستے جہاد میں اپنی جان اور مال کے ذریعے سے جہاد کیا چنانچہ جب مڈبھیڑ ہوئی دشمن کے ساتھ وہ خوب بہادری اور شجاعت کے ساتھ لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ اس شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شہید ہے جس کو جہاد کی مشقتوں اور مصائب پر صبر کرنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا یہ شہید آخرت میں عرش الٰہی کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خیمے میں ہوگا اور انبیاء کرام اس سے صرف درجہ نبوت میں زیادہ ہونگے۔

۳۳. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اَلْمُؤْمِنُوْنَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَجْزَاءٍ: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.... الخ (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے: کہ دنیا میں تین طرح کے مؤمن ہیں ایک تو وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔ نیز اپنی جانوں اور اپنے اموال کے ذریعے اللہ کے رستے میں جہاد کیا..... الخ

۳۴. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَوْمٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ.
(کتاب الجهاد عبدالله بن المبارک ص ۹۶)

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دن دوسرے ہزار دنوں سے افضل ہے۔

۳۵. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ رَجُلٌ عَمِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

عَلٰی ظَهْرِ فَرَسِهٖ اَوْعَلٰی ظَهْرِ بَعِيْرِهٖ اَوْ عَلٰی قَدَمَيْهِ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ وَهُوَ عَلٰی ذَالِکَ.(کتاب الجهاد ص ۱۳۸)

ترجمہ: حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا مبارک فرمان ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس نے اپنے گھوڑے یا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر یا پیدل چل کر اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی موت آئی۔

۳۶.قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَامُ مَنْ شَابَّ شَيْبَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(کتاب الجهاد ص ۱۸۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے اللہ کے راستے جہاد میں بال سفید ہو گئے (یعنی حالت جہاد میں بڑھاپا آ گیا) تو اس شخص کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

۳۷.قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ كَسْبِ الْمُسْلِمِ سَهْمُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۵ ۲)

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے لئے سب سے پاک کمائی مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں مال غنیمت سے حاصل ہو جائے۔

۳۸. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ.

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں ایک گھڑی ٹھہرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کی رات قیام کرنے (تہجد میں گزارنے) سے افضل ہے۔

۳۹.قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَهْبَانِيَّةً وَرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(کتاب الجهاد ص ۳۵)

ترجمہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ ہر امت کے لئے ایک درویشانہ

زندگی ہے اور میری امت کی درویشانہ زندگی اللہ کے راستے جہاد میں لڑنا ہے۔

۴۰. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَاتٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ خَمْسِيْنَ حَجَّةً. (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت کا فرمان عالی ہے کہ اللہ کے راستے جہاد میں چند گھنٹے گزارنا پچاس حج کے ثواب سے بہتر اور افضل ہے۔

......☆☆☆......

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث ہیں ان میں لفظ "سبیل اللّٰہ" کو آپ نے دیکھ لیا کہ غزوہ، جہاد اور قتال بالسیف کیساتھ خاص ہے ان میں سے ایک حدیث کو بھی آپ دین کے کسی دوسرے شعبہ پر چسپاں نہیں کر سکتے۔ یہ اس خاص راستہ کے فضائل ہیں دوسرے راستوں کے دوسرے فضائل ہیں۔ تو نصوص کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کے لئے لازم ہے کہ یہاں "فی سبیل اللّٰہ" کو صرف جہاد میں منحصر کر لیا جائے ورنہ ہر بوالھوس یہ کہے گا کہ مجھے میدان کارزار اور قتال بالسیف کے تمام فضائل حاصل ہو گئے ہیں اور حال یہ ہے کہ اس نے میدان جہاد کو دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ کوئی حصہ لیا ہے نہ اس کے قریب گیا ہے۔ دوسرا کہے گا کہ مجھے حج کا ثواب مل گیا، عمرہ کا ثواب مل گیا، طواف کا ثواب مل گیا، رمی اور وقوف کا ثواب مل گیا کیونکہ وہ "سبیل اللّٰہ" ہے اور میں بھی "سبیل اللّٰہ" میں ہوں۔ ایک کہے گا کہ مجھے زکوۃ وصوم کے تمام فضائل حاصل ہو گئے کنواں کھودنے، پل بنانے، سرائے خانے بنانے کے تمام فضائل اور ثواب مل گئے کیونکہ وہ بھی "سبیل اللّٰہ" ہے اور میں بھی "سبیل اللّٰہ" میں ہوں کیونکہ میں بیک وقت معلم بھی ہوں متعلم بھی ہوں اور داعی بھی ہوں لہذا ان تمام شعبوں کے فضائل مجھے حاصل ہو جاتے ہیں تو اس عظیم اجتہاد کا دروازہ کھولنے سے وہ شخص اپنے کو تو خوش کریگا لیکن نصوص شرعیہ پر کتنا بڑا ظلم ہوگا پھر تو کسی خاص شعبہ کے لئے حضور علیہ السلام نے جو

فضیلت بیان کی ہے سب بے محل ثابت ہوئیں..!

''انچاس کروڑ کے ثواب کی حقیقت''

سوال نمبر ۵: بعض لوگ حدیث نمبر ۱۵ اور حدیث نمبر ۳۱ سے انچاس کروڑ کا ثواب نکالتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کے مصداق کون لوگ ہیں؟

جواب: حدیث نمبر ۱۵ اور حدیث نمبر ۳۱ کو آپ دیکھیں یہ دونوں حدیثیں کتاب الجہاد کی ہیں اور دونوں میں ''فی سبیل اللہ'' میں خرچ کرنے کا ذکر ہے اس سے بعض حضرات انچاس کروڑ کا ثواب نکالتے ہیں اگر یہ حدیثیں خاص ہیں تو یہ ثواب صرف مجاہدین کو ملنا چاہیئے، یا ان کے معاونین کو ملنا چاہیئے، اور محدثین نے اپنے اصول اور ضوابط کے مطابق کتاب الجہاد کے عنوان کے تحت درج کر کے مجاہدین کیساتھ خاص کیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا راستہ عام مراد لیا جائے تو پھر یہ ثواب ہر اس شخص کو ملنا چاہیئے جو کسی بھی حوالے سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو مثلاً حاجی، طالب علم، عالم، قاری، مجاہد، داعی، نمازی، مسجد تعمیر کرنے والا وغیرہ وغیرہ۔ شب و روز یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک خرچ کرو گے انچاس کروڑ ملے گا اور اللہ کے راستے سے ایک مخصوص محنت مراد لیتے ہیں بلکہ اب تو اکثر خواص کو بھی معلوم نہیں کہ اللہ کا راستہ اس مخصوص محنت کے علاوہ بھی کوئی راستہ ہے...! عوام کو یہاں تو تصور بھی کسی دوسرے راستے کا نہیں ہے۔ انچاس کروڑ کا یہ ثواب ان دو حدیثوں میں ضرب دیکر حاصل کیا گیا ہے حالانکہ یہ خود محل تامل ہے کیونکہ یہ دو الگ الگ حدیثیں دو قسم کے لوگوں کے لئے ہیں ایک قسم وہ لوگ ہیں جو جہاد کے لئے نہیں نکلے ہیں بلکہ گھر سے کوئی روپیہ پیسے مجاہدین کے لئے ارسال کر رہے ہیں ان کے ثواب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو گنا بتایا ہے ''ضعف'' بمعنی ڈبل تو یہ دگنا سات سو تک ہے۔ اس محاورۂ کلام میں مزید ضرب دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسری حدیث میں دوسری نوع کے لوگ مراد ہیں جو خرچ بھی کرتے ہیں اور خود جہاد کے میدان میں شریک بھی ہیں ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات لاکھ ثواب کا ارشاد فرمایا ہے۔

اب معلوم نہیں کہ دو حدیثوں کو جوڑ کر اور پھر ضرب دیکر اس عدد کو کیوں حاصل کیا گیا ہے۔ اس میں کونسی مجبوری تھی کہ حدیث کا سمجھنا مشکل ہو گیا تھا۔ فرض کرلو اگر دونوں کو جوڑنا بھی تھا تو پھر واضح مطلب یہ تھا کہ جانے والے کو سات لاکھ کا ثواب بھی ملے گا اور گھر میں بیٹھنے والے کا سات سو کا ثواب بھی ملے گا تو گویا مجموعہ سات لاکھ سات سو ہو گیا تو انچاس کروڑ کہاں سے آ گیا؟ اگر قیامت کے دن اس ثواب کے امیدواران مطالبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ثواب نہ ہو تو پھر یہ بیان کرنے والے حضرات سننے والوں کو کہاں سے دیں گے؟

اس کے علاوہ ایک اور حدیث سے جس کو ابوداؤد نے تخریج کیا ہے انچاس کروڑ کی عدد کو اخذ کیا جاتا ہے اس پر مارچ ۱۹۹۰ء کے البلاغ نے جواب استفتاء کی صورت میں تفصیل سے گفتگو کر کے راویوں پر کلام کیا ہے۔ البلاغ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

''لیکن اول تو یہ دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال اور ان کے ضعف پر تنبیہ کئے بغیر ان کی تشہیر عام طور پر جائز نہیں ......الخ۔''

''لفظ سبیل اللہ کا انفاق کیلئے استعمال''

سوال نمبر ۶: لفظ ''فی سبیل اللہ'' کے استعمال کا دوسرا موقع اور مقام کون سا ہے؟

جواب: لفظ ''**فی سبیل اللّٰہ**'' کا دوسرا استعمال ''**انفاق فی سبیل اللّٰہ**'' میں ہوا ہے تاہم زیادہ تر یہ انفاق کا حکم بھی **انفاق فی سبیل الجہاد** میں آیا ہے۔ گویا کہ **انفاق فی سبیل اللّٰہ** کا اطلاق مشترک ہے۔ کبھی تو غازیوں اور جہاد میں انفاق کا حکم ہوا ہے اور کبھی مطلق دین یعنی ہر شعبہ خیر میں انفاق کا حکم وارد ہے۔ اس سلسلہ میں آپ سر دست بعض مفسرین کی تفسیر

بھی تشریح دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں:

مِنْ اَجْلِ ذَالِکَ کَثُرَتِ التَوْ جِیْهَاتُ القُرْ آنِیَّةُ وَالنَّبَوِیَّةُ اِلَی الْفَاقِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؛ اَلْاِنْفَاقُ لِتَجْهِیْزِ الْغُزَاةِ وَصَاحَبَتِ الدَّعْوَةُ اِلَی الْجِهَادِ دَعْوَةً اِلَی الْاِنْفَاقِ فِی مُعْظَمِ الْمَوَاضِعِ.

ترجمہ: اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔ اس سے غازیوں کے ساز وسامان اور تیاری مراد ہے اور قرآن کریم کے بیشتر مقامات میں جہاد کی دعوت کے ساتھ ساتھ انفاق کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

اس خاکہ کو ذہن میں رکھ کر اب آپ ان تمام آیتوں کو بھی پڑھیں:

۱. ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾ (البقرة الآیة ۱۹۵)

ترجمہ: اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۲. ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ﴾ (البقرة الآیة ۲۶۱)

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

۳. ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (البقرة الآیة ۲۶۲)

ترجمہ: جو لوگ خدا کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد اس خرچ کا کسی پر احسان نہیں رکھتے اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس ہے۔

۴. ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ﴾ (البقرة الآیة ۲۷۳)

ترجمہ: اور تم جو خرچ کرو گے تو ان حاجت مندوں کے لئے خرچ کرو جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

۵. ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

(الانفال الآیۃ ۶۰)

ترجمہ: اور تم جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائیگا اور تمہارا نقصان نہ کیا جائیگا۔

۶. ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (التوبۃ، الآیۃ ۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو اس دن کے عذاب کی خبر سنا دو۔

۷. ﴿هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ﴾

(محمد الآیۃ ۳۸)

ترجمہ: دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں۔

یہ کل سات آیتیں انفاق فی سبیل اللہ کیلئے ہیں ان میں سے چار آیتیں پھر بھی انفاق فی سبیل اللہ، الجہاد کیلئے ہیں، یعنی آیت نمبر ۱، ۵، ۶، ۷ اور باقی تین آیتیں مطلق خیر کے لئے وارد ہیں لہٰذا اس اطلاق کو اسی طرح احتیاط کیساتھ اپنے اپنے مقام پر رکھنا پڑیگا۔

''لفظ سبیل اللہ کا مطلق دین کیلئے استعمال''

سوال نمبر ۷: لفظ ''فی سبیل اللہ'' کا تیسرا محل بھی بتلا دیں؟

جواب: ''فی سبیل اللہ'' کا تیسرا اطلاق جو مطلق دین پر ہوا ہے اس کو بھی آیتوں کی روشنی

میں دیکھیں۔مطلق کا مطلب یہ کہ اس کو آپ دین کے کسی شعبہ کیساتھ خاص اور اس میں منحصر نہیں کر سکتے ہیں۔ہاں اس کا استعمال آپ کسی بھی شعبہ دین کے لئے کر سکتے ہیں مثلاً روزہ، نماز، زکوۃ، حج، تبلیغ دین، علم دین اور دیگر امور خیر کیلئے آپ اس کو استعمال کر سکتے ہیں مگر کسی ایک میں بند کر کے منحصر نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ عام اطلاق کو عام رکھنا پڑتا ہے عام کو خاص کرنا اور خاص کو عام کرنا خطرناک ہوگا۔جو آدمی کو تحریف معنوی کی طرف لیجا سکتا ہے۔اسی عام اطلاق کے پیش نظر امام بخاری کبھی کبھی جہاد والی حدیث کو دین کے کسی دوسرے نیک کام کے لئے تخریج کرتے ہیں۔تو وہاں شارحین تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث مثلاً "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ" جہاد کے لئے ہے مگر امام بخاری "فی سبیل اللّٰہ" کا اطلاق عام معنی یعنی مطلق دین کے معنی میں لیکر حدیث کو "باب الجمعة" میں لائے ہیں۔اب آپ ان آیتوں کو پڑھیں یہ کل ۲۴ آیتیں ہیں مگر چند ذکر کر کے باقی کا حوالہ دیا جائیگا۔

۱. ﴿قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ﴾(البقرة الآية ۲۱۷)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ان محترم مہینوں میں لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے اھل کو نکالنا اس سے بڑھ کر گناہ ہے۔

۲. ﴿فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ اَوْلِیَآءَ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾(النساء الاية ۸۹)

ترجمہ: تو جب تک وہ خدا کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا۔

۳. ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾

(النساء الآية ۱۶۷)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا وہ راستے سے بھٹک

دور جا پڑے۔

۴. ﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ﴾ (الانعام الآیۃ ۱۱۶)

ترجمہ: اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں گمراہ ہیں اگر تم انکا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں خدا کا راستہ بھلا دینگے۔ ۵۔ ﴿الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا وھم بالاٰخرۃ کفرون﴾ (الاعراف الآیۃ ۴۵)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے اور آخرت سے انکار کرتے ہیں۔

۶. ﴿ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ﴾ (الحج الآیۃ ۹)

ترجمہ: اور تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کردے۔

۷. ﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم﴾ (لقمان الآیۃ ۶)

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسے ہے جو بیہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ بے سمجھے لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔

۸. ﴿اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ﴾ (المجادلۃ الآیۃ ۱۶)

ترجمہ: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روک دیا ہے۔

۹. النساء الآیۃ ۱۶۰
۱۰. اعراف الآیۃ ۸۶
۱۱. الانفال الآیۃ ۳۶
۱۲. الانفال الآیۃ ۴۷
۱۳. التوبۃ الآیۃ ۳۴
۱۴. ھود الآیۃ ۱۹
۱۵. ابراھیم الآیۃ ۳
۱۶. النحل الآیۃ ۸۸
۱۷. النحل الآیۃ ۹۴
۱۸. النحل الآیۃ ۱۲۵
۱۹. الحج الآیۃ ۲۵
۲۰. ص الآیۃ ۲۶

۲۱. محمد الآیۃ ۱ ۲۲. محمد الآیۃ ۳۲

۲۳. محمد الآیۃ ۳۴ ۲۴. المنافقون الآیۃ ۲

ان چوبیس (۲۴) آیتوں میں "فی سبیل اللّٰہ" کا اطلاق عام دین پر ہوا ہے اس کو اسی طرح عام رکھنا ہوگا۔ کسی بھی دینی عمل کے لئے مراد تو لیا جا سکتا ہے مگر خاص کر کے کسی میں بند نہیں کر سکتے۔

نکتہ: یہاں ایک عجیب نادر نکتہ بھی آپ سمجھ لیں وہ یہ کہ جہاد "ج، ہ، د" کا جو مادہ ہے اس کے ساتھ لفظ "فی سبیل اللّٰہ" قرآن میں جہاں بھی آیا ہے وہ مدنی سورتیں ہیں اور مکی سورتوں میں یہ لفظ خاص ترکیب کے ساتھ نہیں آیا اگر جہاد کا لفظ ہے تو "فی سبیل اللّٰہ" نہیں ہے اور اگر "فی سبیل اللّٰہ" کا لفظ ہے تو جہاد کا لفظ نہیں۔ اس خاص التزام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مدنی دور میں یہ خاص لفظ اصطلاحی جہاد کے لئے آیا ہے صرف محنت اور مشقت کے لئے نہیں آیا ہے۔ جہاد کی تعریف لغوی اور اصطلاحی یہ ہے:

اَلْجِهَادُ بِكَسْرِ الْجِيْمِ فِي اللُّغَةِ: اَلْمُشَقَّةُ وَفِي اِصْطِلَاحِ الشَّرْعِ: بَذْلُ الْجُهْدِ فِي قِتَالِ الْكُفَّارِ. (حاشیہ بخاری، کتاب الجهاد ۱/۳۹۰ قدیمی)

ترجمہ: جہاد کسرۂ جیم کیساتھ لغت میں مشقت کو کہتے ہیں اور شرع میں اپنی تمام توانائیاں کفار کیساتھ لڑنے میں صرف کرنے کا نام جہاد ہے۔

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت"

سوال نمبر ۸: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب: اس سلسلہ میں ایک محترم عالم دین کے خط کا جواب نقل کرتا ہوں جو خط

انہوں نے موریتانیہ سے لکھا تھا اور اس کا جواب، میں نے کچھ تفصیل سے دیا تھا۔ اس خط میں دو اہم امور کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔

۱. اَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ.

۲. یہ کہ لفظ "فی سبیل اللّٰہ" عام ہے۔

اس دوسرے جزء کے...... متعلق تو اس سے پہلے بحث ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور جزء اول کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے تو لیجئے خط کا جواب یہ ہے۔

"۱۹ شوال ۱۴۱۱ھ کو آپ کا مسرت نامہ موصول ہوا۔ تفصیل پر مشتمل عربی لغت سے آراستہ، اپنی کارگذاری اور مفید نصائح سے پُر، یہ پُر کشش ہدایت نامہ پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ آج ۲۱ شوال کو مدرسہ میں تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ درسگاہ جانے سے پہلے آپ کو خط لکھنا شروع کیا"۔

آپ کا خط چونکہ حقیقت میں ایک دعوت ہے اس لئے اس کے جواب میں لا یا نعم کیساتھ اظہار خیال کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر آپ چونکہ عالم ہیں تو آپ کے خط کے مندرجات اور بھی اہمیت کے حامل ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بندہ کو بلکہ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ کام دین کے اہم ترین کاموں میں شامل ہے۔ مفسرین نے اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ اس کے ترک کرنے پر احادیث مقدسہ میں شدید وعیدیں وارد ہیں البتہ اس کام کو اسی ترتیب پر چلانا چاہئے جس ترتیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے چلایا تھا۔ اس وقت اس ترتیب میں کچھ فرق محسوس ہوتا ہے۔ اگر یہ فرق نہ آجائے اور یہ کام سلف صالحین کی ترتیب پر قائم ہو جائے تو اس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ بہت جلد سامنے آجائے گا لیکن قرون اولیٰ کی ترتیب سے ہٹ کر اگر یہ کام

شروع ہو جائے تو سطحی طور پر تو کچھ فائدہ محسوس ہوگا مگر حقیقت میں مقصود تک پہنچنے میں ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس ترتیب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ:

۱۔ایک کام کی ترتیب ہے۔

۲۔دوسرا کام کرنے والے کے لئے ترتیب ہے۔

کام کی ترتیب کے لئے سب سے بہتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ:

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان.(رواہ مسلم مشکوۃ ص ۴۳۶)

یعنی تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو پہلے ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر ان دونوں مرحلوں کی طاقت نہیں تو پھر دل سے روکے (یعنی دل سے اس کو برا ماننے اور پختہ عزم رکھے کہ جب بھی ہاتھ سے روکنے کا موقع ملا تو ہاتھ سے روکوں گا) دل سے روکنا یہی ہے صرف قلبی نفرت کافی نہیں ہے۔فرمایا یہ ایمان کا آخری درجہ ہے اس سے آگے ایک رائی کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **منکم** میں من تبعیضیہ ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ کام فرض کفایہ ہے اور یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی شخص کر سکتا ہے جو ایمان واحسان کے مراتب جانتا ہو منکرات کو جانتا ہو اور متفق علیہ اور مختلف فیہ امور میں تمیز کر سکتا ہو اور یہی اشارہ ﴿**وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ**﴾ میں بھی ہے۔تفسیر قرطبی اور دیگر تفاسیر نے **منکم** سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ یہ کام فرض کفایہ ہے اور اس کے لئے علم ضروری ہے۔تو لیجئے پہلے ترتیب، یعنی کام کیلئے یہ ترتیب ہے کہ (**نهی عن المنکر**) مقدم ہے اور یہی ترتیب شرعی اور طبعی بھی ہے کہ تخلی مقدم ہے تحلی پر، یعنی

خوبصورتی اور عطر چھڑکنے سے پہلے بنیادی صفائی ضروری ہے اور کلمہ شہادت کی بنیاد ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ ہے اور لا الہ الا اللّٰہ بھی اسی طرح ہے کہ پہلے لا الہ ہے پھر الا اللّٰہ ہے۔ فقہاء کرام نے اس تقدیم کو بیان کیا ہے کہ والنفی مقدم ای علی الاثبات کما فی الشہادتین یعنی نفی اثبات پر طبعاً مقدم ہے۔ ہدایہ ج۱،ص۱۰۰۔ اگر کوئی صاحب نہی کو مقدم نہیں مانتا تو چلو یہ تو مسلّم ہے کہ امر اور نہی یہ دونوں ایک ساتھ لگی ہوئی چیزیں ہیں قرآن وحدیث میں دونوں کو ایسا جوڑا گیا ہے کہ اس کی جدائی کا کسی کو خیال بھی نہیں آسکتا ہے لیکن اس ترتیب کو موجودہ دور میں نظر انداز کیا جارہا ہے۔ بلکہ نہی کو تو مصلحت کے خلاف، مضر، حکمت کے خلاف، باعث نزاع سمجھا جارہا ہے۔ امر بالمعروف کو انتہائی میٹھے انداز میں سنن زوائد اور مستحبات کی حد تک بیان کرکے اس کو کافی اور شافی سمجھا جاتا ہے اور نھی عن المنکر سے عملی طور پر انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اس وقت منکرات کے روکنے کا عمل کسی دعوت کا حصہ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض ذمہ دار حضرات بھی منکرات کو دیکھتے ہیں اور اسے روکتے نہیں ہیں بلکہ اس میں آلودہ رہتے ہیں مثلاً ٹی وی، ملازمت بینک وکسٹم وغیرہ سود خوری، جوان سال بچیوں کا اسکولز وکالجز بھیجنا، سابقہ جمع شدہ حرام مال سے مزے لوٹنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نھی عن المنکر کے چھوڑنے کی خرابیاں ہیں۔ شیعہ روافض، قادیانی ملحدین اور بے دینوں سے پرخاش نہ رکھنا ترک نھی عن المنکر کے کرشمے ہیں۔ آپ نے جو کچھ اس عنوان سے اپنے خط میں لکھا اس میں آپ نے بھی نھی عن المنکر کا ذکر کیا ہے اور اس کی اہمیت کو آپ نے تسلیم کیا ہے۔ نھی عن المنکر کو نظر انداز کرکے اگر کچھ کام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نھی عن المنکر پر زور نہ دیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے واپسی پر مطعم بن عدی کی پناہ لیکر مکہ واپس آنا نہ پڑتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طائف میں پتھروں کی بارش نہ ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کی گلیوں میں ضرب وشتم کی نوبت پیش نہ

آتی۔ بس زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضائل سناتے۔ کچھ لوگ سن لیتے اور کچھ اپنے کفر وعصیان پر قائم رہتے۔ اس طرح یہ گڈمڈ نظام بغیر کسی واضح نتیجہ کے ہمیشہ کے لئے قائم رہتا۔ نہ بدر کی ضرورت تھی نہ احد وخندق کی ضرورت تھی نہ خیبر پر چڑھائی ہوتی نہ بنوقریظہ کی غار تگری اور نہ بنی نضیر کو جلاوطن کرنے کی ضرورت تھی نہ فتح مکہ کا دور آتا اور نہ طائف وحنین میں انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب کی صدائیں بلند ہوتیں اور نہ غزوہ موتہ وتبوک جیسے دور دراز سفر کی ضرورت پیش آتی بلکہ فضائل کا پرچار ہوتا۔ کوئی مانتا نہ مانتا ماحول بنتا نہ بنتا کام بن جاتا۔ آج کل یہ مشاہدہ ہے کہ کچھ ذمہ دار حضرات جب کسی قادیانی، ہندو، رافضی یا یہودی، عیسائی یا ملحد دھریہ سے مثلاً بات کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں ہندو، قادیانی یا عیسائی وغیرہ ہوں تو بات کرنے والا معافی مانگتا ہے معذرت کرتا ہے تو کیا شرعاً ان حضرات پر یہ لازم نہیں تھا کہ معلوم ہونے پر ان کو کہتے کہ ہلاک ہو رہے ہو تباہ ہو رہے ہو اس غلط عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ مگر ایسا نہیں ہوتا اور اس کے برعکس اگر کسی صوفی، قاری، عالم پر نظر پڑتی ہے تو آپس میں کہتے ہیں کہ پکڑو پکڑو جانے نہ پائے کیونکہ یہاں نہی عن المنکر تو ہے نہیں البتہ صوفی وقاری کو مزید مانجھنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہی عن المنکر کا ترک کرنا انتہائی خطرناک ہے اور کسی دعوت کا اس سے خالی ہونا تو تباہی ہے۔

۲۔ اس حدیث شریف میں جو دوسری بات کی ترتیب ملحوظ ہے وہ یہ کہ نہی عن المنکر میں سب سے پہلے طاقت کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایمان کامل اور عزیمت کا درجہ ہے اور ہر مسلمان سے اس کی اہلیت کے مطابق اولاً یہی مطلوب ہے۔ اس سے دوسرا مرحلہ متوسط ایمان کا ہے اور تیسرا مرحلہ ضعیف ایمان کا ہے۔ اب ہم نے ایسا کیا کہ کامل ایمان کی بات تو کبھی نہیں کی، قدرت کے باوجود کبھی ایسا مشہور نہیں ہوا کہ احباب نے کسی کا ہاتھ پکڑ کر روکا ہو بلکہ یہ بھی ہو رہا

ہے وہ بھی ہو رہا ہے یہ بھی عالم میں آسمان عروج پر ہے اور معاصی اور فساد و بدامنی و فحاشی وغیرہ بھی عروج پر ہے۔ کچھ احباب نے اس مرحلہ کا حکومت پر ڈالا ہے کہ نہی عن المنکر حکومت کا کام ہے۔ وہ جانے اور اس کا کام جانے کیونکہ نہی میں خطرہ تھا، محنت و مشقت تھی، جیل جانا تھا ،مقدمات اور سزائیں تھیں تو بس اب چھٹی ہوگئی۔ خطرہ کی گھنٹی ٹل گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا سلف صالحین نے بھی ایسا کیا تھا؟ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ایسا تھا؟ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طرز تھا؟ امام ابوحنیفہ، احمد بن حنبل، سعید بن جبیر، ابن تیمیہ، عز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ایسا تھا؟ شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی، شاہ اسماعیل شہید اور شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی ایسا کیا تھا؟ چلو فرض کرلو کہ یہ فریضہ حکومت کا ہے تو اگر خود حکومت کے خلاف یہ فریضہ عائد ہو جائے تو کون کرے گا؟ نیز حدیث میں تو یہ ہے کہ اگر ہاتھ کی طاقت نہیں تو پھر زبان، پھر دل تو مطلب یہ ہوا کہ اگر حکومت کو قدرت نہ ہو تو پھر زبان سے روکے ورنہ دل میں برا مانے۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ حکومت کہاں باقی رہے گی؟ شرعاً تو حکومت کا تنفیذ احکام پر قادر ہونا ضروری ہے ورنہ وہ خود معزول ہو جائے گی۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ ذمہ داری صرف حکومت کی نہیں ہے بلکہ شارع نے ہر مسلمان کو اس کا ذمہ دار بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو شامی اور فتح القدیر کی ایک عبارت، فرماتے ہیں۔

"وَالشَّارِعُ وَلّٰی کُلَّ اَحَدٍ ذٰلِکَ حَیْثُ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ......الخ (باب ازالۃ المنکر کتاب التعزیر)

ترجمہ: "یعنی شارع نے ہر ایک کو اس امر و نہی کا ذمہ دار بنایا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس نے تم میں سے منکر کو دیکھا پس وہ ہاتھ سے اس کو روک دے"۔

لہٰذا حدود و قصاص و تعزیرات کی تنفیذ جیسے احکام میں اولاً مخاطبین امراء و حکام ہیں۔ وعظ اور نصیحت، حلال و حرام جیسے احکام و مسائل میں امر کے اول مخاطبین علماء کرام ہیں اور دیگر امور میں

جہاں علمی تحقیق کی ضرورت نہ ہو صرف امر و نہی کی پہچان کی ضرورت ہو، وہاں ہر شخص اس کا مکلف ہے۔ الغرض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، امن عالم اور دفع شر کے لئے شرعی اور طبعی ترتیب اور سلف صالحین کا طریقہ وہی رہا ہے جو مذکور ہوا کہ امر اور نہی ساتھ ساتھ ہیں اور نہی کے چند مراحل ہیں۔

''دعوت کا کام کرنے والوں کیلئے ترتیب''

سوال نمبر۹: آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کام کرنے والے کے لئے ترتیب بھی بتاؤں گا، وہ بھی بتا دیجئے۔

جواب: اب آپ حصہ دوم یعنی کام کرنے والے کے لئے ترتیب کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ دین اسلام میں سب سے پہلے خود سمجھنا ہے اور پھر سمجھانا ہے۔

قرآنی آیت ہے کہ: ﴿لَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ... الخ﴾

تو ڈرانے اور انذار کے لئے پہلے تفقہ فی الدین کی ضرورت ہے۔ اگر مامور بہ اور اسکی حیثیت کا آمر کو علم نہ ہو تو افراط اور تفریط میں مبتلا ہو جائے گا۔ ناسخ کو منسوخ اور منسوخ کو ناسخ کا درجہ دے گا۔ مدنی آیت کو مکی بنائے گا اور مکی کو مدنی، فرض کو واجب کہے گا اور واجب کو مستحب اور مستحب کو واجب یا فرض، سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ میں فرق نہیں کر سکے گا اور الٹی سیدھی باتیں بنائے گا۔ خود گمراہ ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ فضائل کو صحیح مقام پر نہیں رکھ سکے گا۔ حالانکہ دین اسلام میں فضائل کا اپنے مصداق پر چسپاں کرنا مسائل سے زیادہ مشکل ہے۔ مسائل میں تو پھر بھی سنی سنائی تحدید ہوتی ہے، بتانے والا احتیاط کرتا ہے مگر فضائل میں اگر علم راسخ نہ ہو تو وہاں تو کوئی حد بندی نہیں ہوتی۔ پھر کیا سے کیا بنا دے گا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ فضائل میں ہم آزاد ہیں مسائل

علماء سے پوچھیں گے، میرے خیال میں یہ بنیادی غلطی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں جہلاء کی لمبی لمبی تقریروں اور وعظوں میں جو سننے میں آیا ہے وہ ان گنت غلطیاں ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس اچھے کام کو بدنام کرنے کے لئے دشمنان اسلام اس میں داخل ہو گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھوڑے عالم تھے؟...... سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھوڑے حافظ تھے؟...... بلکہ سارے صحابہ داعی تھے۔ اس کہنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہم جاہل ہیں اور دعوت کا کام کرتے ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی جاہل تھے اور دعوت کا کام کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

اس تشبیہ کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے۔ یا یہ کہنا کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام عبادات لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت لے کر آئے ہیں اور عبادت سے دعوت افضل ہے یا یہ کہنا کہ نماز سے کچھ نہیں ہوتا، روزہ، زکوٰۃ، حج سے کچھ نہیں ہوتا اصل کامیابی دعوت میں ہے۔ یا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی مگر دعوت کا کام کیا ہے۔ یا یہ کہنا کہ شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ علم حاصل کرو، حفظ کرو، اس دھوکہ سے شیطان انسان کو دعوت سے روکتا ہے۔ اس بات کی شکایت جب ایک ذمہ دار سے کی گئی تو وہ کہنے لگا کہ وہ عمل انفرادی ہے یہ اجتماعی عمل ہے۔ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ ہی میں نصرت اتری مدینہ میں نصرت نہیں آئی، یا یہ کہ جنازہ حاضر ہے اعلان ہوا ہے اور عصر کی تعلیم شروع ہوئی ایک صاحب نے کہا کہ پہلے جنازہ پڑھو بعد میں تعلیم کرو تو جواب ملا کہ ہمارا کام زندوں سے ہے نہ کہ مردوں سے یا یہ کہ اس مروج عمل دعوت پر اجماع ہو گیا ہے (یعنی منکر اجماع کافر ہے)۔ یا یہ کہ علماء بے کار پڑے ہوئے ہیں نابالغوں اور غیر مکلفوں پر محنت کرتے ہیں اور بالغ تباہ ہو رہے ہیں! یا یہ کہ چار ماہ کا یہ مدرسہ آٹھ سال کے مدرسہ سے افضل و بہتر ہے یا یہ کہ فلاں فلاں ملک اس لئے تباہ ہوا کہ وہاں دعوت کا کام نہیں تھا۔ یا یہ کہ فلاں گاؤں والے دعوت میں نہیں جڑے بلکہ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ

عَلٰی قُلُوْبِھِمْ﴾ ، یا یہ کہ قرآن کریم کے درسوں سے اصلاح نہیں ہوتی اور اس سے ہم کو نقصان پہنچتا ہے یا یہ کہ تلاوت قرآن کریم انفرادی عمل ہے لہٰذا اجتماعی عمل میں لگ جاؤ۔ یا یہ کہ اعتکاف سے سہ روزہ میں زیادہ ثواب ہے یا یہ کہ علماء کرام کام نہیں کرتے ہیں ہم پیسہ بھی دیتے ہیں مگر یہ کرتے نہیں ہیں۔ مثلاً ہم نے فلاں مولوی صاحب کو ۵۰ ہزار روپے دے کر بیرون ملک بھیجا ہے.. یا جوڑ پیدا کرنے کے لئے گناہ میں شرکت گناہ نہیں ہے۔ یا جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہر بد عقیدہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا یہ کہ مجتہدین فقہاء اگر دعوت کا کام کرتے تو آج امت کا نقشہ اور ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض ہر عالم دین کے پاس تقریباً اس قسم کی کوئی نہ کوئی شکایت ہوتی ہے اور علماء نے محسوس کیا ہے کہ یہ سب کچھ بوجہ جہالت ہو رہا ہے اور دشمنان اسلام اس مقدس کام کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان باتوں کا کبھی کوئی نوٹس لیا گیا ہے؟ اور کیا اس کام میں شریک علماء کو آزادی سے اظہار خیال کے لئے موقع دیا گیا ہے یا ان کو کوئی با اختیار مقام دیا گیا ہے؟ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہ باتیں اگر چہ جاہلوں نے بوجہ جہالت کے، کی ہیں مگر قیامت کے روز یہ لوگ اور ان کو وعظ پر لگانے والے سب شریک ہونگے۔ یہ سب خرابی جہلاء کو خطیب اور واعظ بنانے کی ہے حالانکہ مفسرین وفقہاء نے داعی کے لئے چند شرائط وضع کی ہیں جس میں پہلی شرط علم ہے، جاہل کو وعظ کہنا ناجائز ہے۔

ایک مفتی صاحب کا فتوی ملاحظہ ہو جو دعوت سے پکی وابستگی رکھتے ہیں اور ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں، مضمون یہ ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ آج کل جاہل لوگ تبلیغ کرتے ہیں کیا یہ ان کے لئے جائز ہے؟

جواب: تبلیغ کے اکابر نے ایک پیغام چھ نمبروں کا نصاب مرتب کیا ہے اور نصاب پہنچانے

کے لئے عالم ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ لوگ چھ نمبروں کا پیغام عوام تک پہنچاتے ہیں وعظ نہیں کہتے ۔وعظ کہنا علماء کا کام ہے ان کے لئے وعظ کہنا جائز ہے۔(فتاوی رحیمیہ مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری)اس فتویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بزرگوں نے عوام الناس کو پیغام رسانی کے لئے چھ نمبروں میں محدود رکھا تھا مگر اب تو لمبی لمبی تقریریں ہوتی ہیں۔عجیب عجیب فلسفے،کرامات ،خوارق عادات اُمور بیان کئے جاتے ہیں۔علماء بلکہ اساتذہ کے سامنے جہلاء اسلام کی حکمتوں پر بحث کرتے ہیں اور تفوق جتانے کی پوری کوشش ہوتی ہے۔تعلیمِ کتاب تو چند منٹ کے لئے ہوتی ہے اور پھر پون پون گھنٹہ اپنی تقریر اور بیان ہوتا ہے آج کون کہہ سکتا ہے کہ اطراف عالم میں ان جہلاء کو ہم کنٹرول کریں گے یا کنٹرول کرسکتے ہیں؟ کوئی نہیں۔بس دین اسلام کو جہلاء اپنا تختہ مشق بنا کر ملت اسلام کے خطیب بن رہے ہیں۔

''دعوت کے کام کیلئے شریعت میں شرائط!''

سوال نمبر۱۰: کیا دعوت کے کام کے لئے شریعت میں کچھ شرائط بھی ہیں؟ اگر ہیں تو بیان فرمائیں۔

جواب: جی ہاں دعوت کے لئے فقہاء کرام اور علماء نے چند شرائط وضع کی ہیں اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

۱. اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ يَحْتَاجُ اِلٰى خَمْسَةِ اَشْيَاءِ :اَوَّلُهَا الْعِلْمُ لِاَنَّ الْجَاهِلَ لَا يُحْسِنُ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ. (فتاوی عالمگيريه ۳۵۳/۵)

ترجمہ: امر بالمعروف کے لئے پانچ شرائط ہیں۔پہلی شرط علم ہے کیونکہ جاہل امر بالمعروف صحیح طور پر نہیں کرسکتا۔

۲۔شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ،القول الجمیل میں وعظ کے لئے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اَنْ یَّکُوْنَ مُحَدِّثًا مُفَسِّراً عَالِماً بِجُمْلَةٍ کَافِیَةٍ مِنْ اَخْبَارِ السَّلَفِ وَسِیَرِہِمْ".

یعنی وعظ کے لئے حدیث وتفسیر کا جاننا اور سلف صالحین کے احوال اور ان کی سیرت کا علم ضروری ہے۔

۳۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب الفتح الربانی میں فرماتے ہیں کہ:

"وَیْحَکَ کُنْ عَاقِلاً لَا تُزَاحِمِ النَّاسَ بِجَهْلِکَ بَعْدَ مَا خَرَجْتَ مِنَ الْمَکْتَبِ صَعِدْتَ، تَتَکَلَّمُ عَلَی النَّاسِ ،هٰذَا اَمْرٌ یَحْتَاجُ اِلٰی اِحْکَامِ الْبَاطِنِ ثُمَّ الْغِنٰی عَنِ الْکُلِّ".(الفتح الربانی ص ۴۳۸)

یعنی عقلمند بنو، جہالت کے ساتھ لوگوں کے سامنے مت جاؤ، ابھی ابھی مکتب سے نکلا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کے سامنے بولنے لگا حالانکہ یہ وعظ ایسی چیز ہے جو باطنی اور ظاہری مضبوطی کو اور پھر تمام لوگوں سے بے نیاز ہونے کو چاہتی ہے۔پھر مزید فرماتے ہیں کہ:

"اَعْمٰی کَیْفَ تُدَاوِی اَعْیُنَ النَّاسِ، اَخْرَسٌ کَیْفَ تُعَلِّمُ الدِّیْنَ، جَاهِلٌ کَیْفَ تُقِیْمُ الدِّیْنَ".(الفتح الربانی ص ۴۷۸)

یعنی خود اندھا ہے تو لوگوں کی آنکھوں کا کیا علاج کرے گا۔گونگا ہے تو اور لوگوں کو کیا سکھائے گا۔ خود جاہل ہے تو دین کو کیسے درست رکھ سکے گا۔

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ "(رواہ مسلم) بھی ایک مصلح تازیانہ ہے۔یعنی نااہل کو اہم کام سپرد کرنا قیامت کی علامت ہے۔

۴۔امام ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ دین کی باتیں جاہلوں سے پوچھی جارہی ہیں اور یہی گمراہی ہے۔(الاعتصام،ص ۱۴۹)

رونے کا مقام بھی ہے کہ جہلاء حدیثوں کی روایت بالمعنیٰ کرتے ہیں جو ان کے لئے ناجائز ہے۔ پوری شریعت کو ایک مخصوص عمل کے لئے خاص الخاص کر کے رکھ لیا گیا ہے اور اجتہاد کا دروازہ

کھول دیا گیا ہے۔تمام ارکان سے اس کو اہم رکن اور اہم فریضہ قرار دے رہے ہیں۔فرض کفایہ بھی نہیں بلکہ فرض عین کہتے ہیں اور تمام فرائض سے اس کو اہم قرار دیتے ہیں حالانکہ ماموربہ کے لحاظ سے امر کبھی فرض کبھی واجب کبھی سنت اور کبھی مستحب ہو جاتا ہے۔مگر یہ فرق کیے بغیر سب کو فرض اور رکن بنانا تحریف معنوی ہے اور غلو فی الدین ہے جو موجب ہلاکت ہے۔

۵۔مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان القرآن (ص،۱۲۸) آیت ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ﴾ کے تحت لکھتے ہیں کہ علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاهل وعظ کہتے ہیں اور بلا تحقیق روایات و احکام بے دھڑک بیان کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں۔

۶۔مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واعظ کے لئے علم کی شرط لگا کر پھر خلاصہ کے طور پر فرماتے ہیں:
''لیکن جب تک اس کو واقفیت نہیں اس کا اس خدمت کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں جیسے اس زمانہ میں بہت سے جاہل وعظ کہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔نہ انہیں قرآن کا علم ہے۔نہ حدیث کا''۔(معارف القرآن۱۳۸/۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں،فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا.(رواه الترمذی مشکوۃ ص ۳۱)

یعنی صحابہ کے دور میں دعوت کا دسواں حصہ بھی چھوڑنا باعثِ خطر تھا اور بعد والوں کے لئے دسویں حصے پر عمل کرنا بھی باعث نجات ہوگا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے دعوت کے کام پر اعتراض مقصد نہیں بلکہ اس کو جاہلوں سے بچانا ہے۔

''امر اور نہی کی شرعی اصطلاحی تعریف''

سوال نمبر ۱۱: امر اور نہی کی شرعی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: امر اور نہی کی تعریف ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ امر کیا چیز ہے اور نہی کیا چیز ہے اور اس کے احکامات کیا ہیں۔ اس سے جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق اور آپس کی نسبت کا پتہ بھی چل جائے گا۔

۱. **اَلْاَمْرُ هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ.** (نور الانوار و اصول الشاشی)

یعنی امر کا مطلب یہ ہے کہ جبراً کسی کو کسی کام کا حکم دے اور غیر پر فعل کے لزوم کا حکم اور تصرف چلائے۔

۲. **اَلْاَمْرُ اَمَرْتَهُ اِذَا كَلَّفْتَهُ اَنْ يَّفْعَلَ شَيْئًا.** (مفردات القرآن ص ۲۳)

یعنی امر کرنا تب صحیح ہوگا کہ جب آپ کسی کو امر کر دیں تو اس کو مجبور کریں کہ وہ کام کریں۔

۳. **اَلْاَمْرُ طَلَبُ الْفِعْلِ وَمُوْجَبُهُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ الْاِلْزَامُ.** (حسامی ص ۲۹)

یعنی امر وہ ہے کہ کسی آدمی سے کام کرنے کا لازمی مطالبہ کیا جائے یہی جمہور کا مسلک ہے۔

۴. **اَلنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فِي الْاِصْطِلَاحِ وَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ لَاتَفْعَلْ.** (حسامی)

یعنی شریعت میں نہی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً کسی کام سے روکا جائے۔

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن پاک کی اصطلاح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب محض زبانی وعظ و نصیحت اور خالی دعوت نہیں ہے بلکہ پہلے آپ حکم (آرڈر) کریں گے، اگر مامور نے مان لیا تو ٹھیک اور اگر انہوں نے عناداً انکار کیا تو پھر امر کرنے والے کے سامنے علانیہ منکر کی صورت نمودار ہوگی۔ اب شریعت کا حکم ہے کہ اس برائی کو حسب

استطاعت طاقت کے ذریعہ سے روکا اور ختم کیا جائے۔

فتح القدیر کی عجیب عبارت ملاحظہ فرمائیں: اَلْجِهَادُ هُوَ اِخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ وَهُوَ دَعْوَتُهُمْ اِلَى الْحَقِّ (اَوَّلًا) وَقِتَالُهُمْ اِنْ لَّمْ يَقْبَلُوْا. (فتح القدیر ٤/ ٢٧٧)

یعنی عالم سے فساد کو دور کرنا جہاد ہے اور جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے کفار کو دین حق کی دعوت دی جائے اگر قبول نہ کیا تو پھر ان سے لڑو۔

احکام القرآن للجصاص ج ۳، ص ۱۱۹ پر ہے۔ فَاِنَّ الْجِهَادَ ضَرْبٌ مِنَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ.

یعنی جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اعلیٰ قسم ہے۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، شریعت کی تعزیری سزائیں اور جہاد یہ سب ایک ہی کام کے مختلف عنوانات اور نام ہیں اسی کام کے لئے انبیاء کرام بھیجے گئے ہیں اور اسی کی وجہ سے یہ امت خیر الامم بنی اور ان کو ﴿کنتم خیر امة﴾ کے شاندار الفاظ سے یاد کیا گیا امت محمد یہ کو خیر الامم کا جو لقب ملا ہے اس کی وجہ کیا ہے اور وہ کونسی صفت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ امت باقی امتوں سے ممتاز ہوگئی۔ اس سوال کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں اٹھایا ہے، فرماتے ہیں اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر عائد تھا جس کی تفصیل احادیث صحیح میں مذکور ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے ان کا امر بالمعروف صرف دل اور زبان سے ہو سکتا تھا امت محمد یہ میں یہ اس کا تیسرا، درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں۔ (معارف القرآن، ص ۱۵۰)

فَجَعَلَ اللّٰهُ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ اَخَصَّ اَوْصَافِ الْمُؤْمِنِ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَرَأْسُهَا الدُّعَاءُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالْقِتَالُ عَلَيْهِ. (تفسیر قرطبی آل عمران ۴ / ۵۱)

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مؤمن اور منافق میں مابہ الامتیاز بنایا ہے تو معلوم ہوا کہ مؤمن کی خصوصی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اس کی بنیاد اسلام کی دعوت ہے اور اس پر لڑنا اور جہاد کرنا ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دعوت کا کام صحیح نہج اور ترتیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سنت کے مطابق کیا جائے تو یہ بعینہٖ جہاد ہے اور جہاد کو صحیح نہج پر رکھا جائے تو وہ بعینہٖ دعوت ہے دونوں ایک ہی چیز ہے ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے۔

''کیا ہر محنت جہاد ہے؟''

سوال نمبر ۱۲: کیا یہ صحیح ہے کہ جہاد، جُہد سے مشتق ہے لہٰذا ہر عمل جس میں جہد اور مشقت ہو وہ بھی جہاد ہے؟

جواب: یہ لغوی معنیٰ سے استدلال کیا گیا ہے اور احکام کا مدار لغوی معنی پر نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ حکم اصطلاحی معنی پر لگتا ہے اور قرآن وحدیث سلف صالحین کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور اس کا ایک باقاعدہ مفہوم ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے تلوار لے کر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ کتاب الجہاد شروع کرتے وقت بخاری شریف کے محشی نے یوں لکھا ہے کہ:

اَلْجِهَادُ فِي اللُّغَةِ الْمُشَقَّةُ، وَفِي الْاِصْطِلَاحِ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي قِتَالِ الْكُفَّارِ.

یعنی پوری طاقت کو کفار کے ساتھ جنگ میں صرف کرنا جہاد ہے۔

نیز اگر آپ لغوی معنی لے کر ہر محنت کو جہاد کہیں گے تو پھر یہ محنت نیک محنت تک محدود نہیں رہے گی بلکہ ہر بری محنت بھی اس میں داخل ہے پھر جو لوگ معاصی کی محنتوں میں لگے ہوئے ہیں اس کو

آپ جہاد کہہ دیں۔ نیز یہ بھی ملاحظہ ہو کہ صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں پھر نماز مت پڑھو صرف دعا مانگو۔ اسی طرح لغت میں زکوٰۃ بمعنی تزکیہ اور پاکی اور نمو و بڑھوتری ہے پھر جس چیز میں تزکیہ نمو اور بڑھوتری ہو تو اس کو زکوٰۃ کہہ دو اور مال کا مقررہ حصہ نہ دیا کرو۔ اسی طرح صوم لغۃً امساک ساعۃ کا نام ہے پھر ایک گھنٹہ کھانا پینا بند کرو بس روزہ ہو گیا اسی طرح حج لغت میں قصد کو کہتے ہیں تو آپ گھر یا کسی اور جگہ کا قصد کر کے چلے جاؤ تو حج ادا ہو گیا۔ یہ سب خرابی لغوی معانی پر حکم لگانے کی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے لوگ کیا دین کی خدمت کر رہے ہیں یا ملحدین اور گمراہ لوگوں کے لئے دین میں الحاد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں! علامۃ العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ شرعی اصطلاحات کے سمجھنے کا دارومدار شرعی معانی پر ہے اگر اس سے لغوی معنٰی مراد لو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

''حسن لعینہ اور حسن لغیرہ کا بیان''

سوال نمبر ۱۳: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد حسن لغیرہ اور دوسرے نوافل وغیرہ حسن لعینہ ہے اور حسن لعینہ افضل ہے حسن لغیرہ سے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: کسی چیز کی فضیلت کا مقرر کرنا، ہمارا تمہارا کام نہیں یہ شارع کا کام ہے اور شارع نے عموماً جہاد کو تمام اعمال سے افضل قرار دیا ہے۔ فرمایا **''وذروۃ سنامہ الجہاد''** یعنی جہاد اسلام کے کوہان کا سب سے بلند حصہ ہے ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ **''دلنی علی عمل یعدل الجہاد قال لا اجدہ''** (متفق علیہ) یعنی کونسا عمل جہاد کے برابر ہو سکتا ہے، فرمایا میں ایسے کسی عمل کو نہیں پاتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حسن لعینہ اور لغیرہ یہ اصولیوں کے ہاں ایک فنی بحث ہے کہ مامور بہ چونکہ اللہ کا حکم ہے اور حکیم کا حکم حُسن سے خالی نہیں ہو سکتا ہے تو اب مامور بہ میں حسن تلاش کرنے کے

پیچھے پڑ گئے کسی کا حسن ذاتی مل گیا اور کسی کے حسن کو کسی واسطہ سے ثابت کیا۔ مامور بہ کے لحاظ سے تو حسن ہی ہے صرف اثبات حسن میں، ایک میں واسطہ ہے دوسرے میں واسطہ نہیں۔ اس کا ثواب کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کو ثواب کے تناظر میں کیوں دیکھتے ہو کہ جو حسن لغیرہ ہوا تو ثواب کم ہو جائے گا! یہ کج فہمی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر نفل جو حسن لعینہٖ ہے، اس کو جہاد سے افضل قرار دو، اسی طرح قربانی حسن لغیرہ ہے اس کو بھی چھوڑ دو اور قیمت دیا کرو کہ وہ حسن لعینہٖ ہے، سعی الی الجمعہ واجب ہے، وضو فرض ہے جو حسن لغیرہ ہے، اس کو بھی نوافل سے کم درجہ کے مان لو، اسی طرح ہر محنت و دعوت جو عبادات مقصودہ کے لئے ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے سب حسن لغیرہ ہیں، پھر کیا کرو گے۔ ویسے جہاد کے بارے میں اصولیوں کے ہاں بھی اختلاف ہے کچھ حضرات اس کو حسن لذاتہٖ مانتے ہیں بہر حال جو کچھ بھی ہو اس بحث کا ثواب اور فضیلت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اگر واقعی حسن لغیرہ میں پڑنا کم تر ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفاءِ اربعہ، خلافتِ بنو امیہ، خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ وغیرہ کے زمانے میں امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد اس ''حسن لغیرہٖ'' کے فریضے کو ادا کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں تو کیا امت کو اتنا طویل عرصہ ایک غیر اہم کام میں لگا دیا تھا اور امت کے لئے کوئی ایسا رہبر و رہنما نہیں مل سکا جو ان کو صحیح راستے پر لے آتا، اب چودہ سو سال بعد یہ بات ہماری سمجھ میں آ رہی ہے؟؟؟

''رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر کی حقیقت''

سوال نمبر۱۴: کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ جہاد بالنفس بڑا جہاد ہے اور ہم نفس کے ساتھ جہاد میں لگے ہوئے ہیں لہٰذا چھوٹے جہاد میں کیوں جائیں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ.

ترجمہ: ''ہم میدان کے چھوٹے جہاد سے نفس کے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے''۔

جواب: سب سے پہلے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام کی زندگیوں کو دیکھنا چاہئے تو مدنی دور میں پوری زندگیاں جہاد بالسیف میں صرف ہوئیں، صحابہ کی اکثریت جہاد میں شہید ہوئی، قرآن نے پیچھے رہنے والوں کی سرزنش کی اور ان کو منافق کے نام سے یاد کیا، کھرے اور کھوٹے کی تمیز کے لئے جہاد کو معیار اور پرکھنے کے لئے کسوٹی بنایا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دس سالہ مدنی دور میں صحابہ کی جماعت اعلیٰ کام کو چھوڑ کر ادنی کام میں لگی رہی؟ نہیں بھائی جہاد سب سے بڑا کام تھا بلکہ کسی صحابی کا طرہ امتیاز یہ ہوتا تھا کہ ''شهد المشاهد كلها'' کہ تمام جنگوں میں شریک رہا ہے۔ باقی اس مذکورہ حدیث کی بہترین شرح عبداللہ بن المبارک کی کتاب الجہاد کی وہ حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''والمجاهد من جاهد نفسه بنفسه'' یعنی جهاد بالنفس یہی ہے کہ آپ اپنے نفس کو میدان جہاد میں لگادیں یعنی نفس جس چیز کو زیادہ شاق سمجھتا ہے اسی میں اس کو لگاؤ اور قرآن پاک کا اعلان ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔ تو قتال بالسیف تو نفس کے مجاہدہ کے لئے تریاق اور اکسیر اعظم ہے۔

نیز بعض علماء نے اس کو حدیث تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ سلف میں سے کسی کا مقولہ ہے اسی طرح ابن تیمیہؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ''حديث لا اصل له'' ''كما في التعليق الصبيح'' یعنی اس کا کوئی اصل نہیں ہے، بہر حال صحیح احادیث کے مقابلہ میں، یا اس کو چھوڑیں گے اور یا صحیح محمل پر حمل کریں گے۔ اگر اس کو صحیح بھی مان لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی جب وہ غزوۂ تبوک سے واپس آرہے تھے تو جب قتال جہاد اصغر ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ''جہاد اصغر'' میں شریک ہونے والوں کا بائیکاٹ کیوں فرمایا، ان تین کھرے صحابہ کرامؓ کو سزا کیوں دی گئی، جو جہادِ اصغر یعنی تبوک سے پیچھے ر

گئے تھے اور جہادِ اکبر میں حصہ لیتے رہے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کیوں نہیں کی کہ ہم جہادِ اکبر کررہے تھے اور آپ حضرات جہادِ اصغر کے لئے تشریف لے گئے تھے لہٰذا ہم تو انعام کے حقدار ہیں نہ کہ ہمارا بائیکاٹ کیا جائے اور نہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ جہاد اکبر کررہے تھے اس لئے ان کو سزا نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اب یہ بات تمہاری سمجھ میں آرہی ہے، تو تمہارے جیسے ''سمجھدار'' لوگوں کا تو اُس دور میں ہونا چاہئے تھا۔ ایک محمل اس کے مفہوم کا یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **جہاد بالسیف** کو کمتر نہیں بتایا ہے بلکہ نفس کی اصلاح پر زور دیا ہے کہ میدان جہاد سے زیادہ دوسری جگہوں میں نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی واعظ کہتا ہے کہ بھائی تم لوگ کچھ وقت کے لئے مسجد میں جو آئے ہو اور نماز میں، عبادت، میں وقت گزارا ہے اس سے بڑھ کر تمہیں بازاروں میں اور دکانوں میں اور گھروں میں عبادت کرنی چاہئے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا ہے کہ مسجد کی عبادت کمتر ہے بنسبت دوسری جگہوں کی، بلکہ یہ ایک اندازِ ترغیب ہے۔

''مکی دور اور مدنی دور کا تصور''

سوال نمبر ۱۵: کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ یہ مکی دور ہے جب مدنی دور آئے گا ہم جہاد کریں گے اس دور میں جہاد نہیں ہے؟

جواب: یہ ایک بہت بڑا جملہ ہے جو غیر شعوری طور پر یا لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے عام ہو گیا ہے جب اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دور گذر گیا ہے اس کے مخصوص احکام موقوف ہو گئے ہیں۔ مکی دور کی بعض آیتیں اور احکام منسوخ ہو گئے۔ مدنی سورتوں اور مکی سورتوں کے امتیاز کو نمایاں کرکے محفوظ کرلیا گیا ہے تو پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ اب تک مکی دور جاری ہے ۲۷ غزوات ہوئے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اور ۵۶ چھاپہ مار جنگیں ہوئیں، صحابہ کرام

نے مکہ چھوڑا پھر فتح کیا، پہلے ہجرت مخصوصہ فرض تھی پھر فتح مکہ کے بعد مخصوص ہجرت موقوف ہو گئی۔اب تک بھی اگر مکی دور ہے اور جہاد نہیں ہے تو پھر نماز جمعہ بھی مت پڑھو، زکوٰۃ بھی مت دو، حج کے لئے مت جاؤ، شراب پیو، سود کھاؤ اور روزہ مت رکھو کیونکہ یہ سب احکام مدنی دور کے ہیں مکی دور میں نہیں تھے پھر صرف ترک جہاد کے لئے مکی دور کا بہانا بنانا کافی نہ ہوگا بلکہ مکی دور کا پورا نقشہ لینا ہوگا۔

''جہاد سے پہلے تربیت نفس کی مدّت''

سوال نمبر١٦: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاد سے پہلے تربیت نفس اور اصلاح ضروری ہے تربیت کر کے ایمان بناؤ پھر جہاد کرو؟

جواب: تربیت تو ایک مبہم لفظ ہے کیونکہ ہر مرحلہ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اب تک تربیت نہیں ہوئی مزید ضرورت ہے، تو ذرا بتاؤ کہ آپ کے ہاں تربیت کا کیا معیار ہے۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ تربیت مھد سے لحد تک ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری زندگی میں جہاد کے قریب مت جاؤ، حالانکہ حدیث میں ہے کہ ''**الجهاد ماض الى يوم القيامة**'' یعنی جہاد کو ہر حال میں باقی رکھنا ہے چاہے عادل امام کے ساتھ ہو کر یا ظالم وفاسق کے ساتھ ہو کر۔ دوسری حدیث ہے کہ

''**من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق**''

(مشکوۃ ص ٣٣١ بروایۃ مسلم)

یعنی جو کوئی اس حال میں مرگیا کہ نہ اس نے عملاً جہاد کیا اور نہ دل ودماغ میں اس کا جذبہ وارادہ رکھا وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔

احادیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ میدان جہاد میں لوگ مسلمان ہوئے اور لڑ کر شہید ہو کر جنت چلے گئے نہ کوئی روزہ تھا نہ نماز صرف کلمہ توحید پر شہید ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ کہہ کر نہیں روکا ہے کہ اب تک تمہاری تربیت نہیں ہوئی ہے۔ باقی یہ خیال جہالت پر مبنی ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ۱۳ سال مکہ میں جہاد اس لئے نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان بنانے میں مصروف تھے حالانکہ صحابہ کا ایمان تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑتے ہی مکمل ہو جاتا تھا مکہ میں دوسرے اسباب کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ اگر تیرہ سال ایمان بنانے کے لئے نصاب تھا تو پھر مدینہ منورہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی دس سال کی ہے وہاں یہ عرصہ تربیت کے لئے کہاں سے لاؤ گے۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ دوسرے اعمال وافعال کے لئے اور دوسری محنتوں کے لئے یہ شرط کیوں بھولتے ہو؟ جس ایمان کے ساتھ تم سال لگاتے ہو چلہ دیتے ہو گشت کرتے ہو اندرون اور بیرون ملکوں کا سفر کرتے ہو کیا اسی ایمان کے ساتھ جہاد نہیں کر سکتے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ انسان کی تربیت کے لئے سب سے اعلیٰ مقام میدان جہاد ہے تمام تربیتوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اس تربیت کو فرض قرار دیا ہے اور کھرے کھوٹے کو معلوم کرنے اور پرکھنے کے لئے اس کو معیار اور کسوٹی بنا دیا۔ مثلاً حرمین شریفین کے بجائے میدان بدر واُحد کو اس تربیت کے لئے تربیت گاہ بنایا۔ اگر کوئی تیراکی سیکھنا چاہتا ہو اور اس کو سو سال بھی تیراکی کے متعلق ہدایات دی جائیں کہ تیرنا یوں ہوتا ہے، ہاتھوں کی کیفیت یوں ہوتی ہے اور پاؤں کی یوں، تو کیا اس طرح وہ تیرنا سیکھ جائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کو تیرنے کے لئے تالاب، دریا، سمندر میں کودنا پڑے گا اور لہروں کا مقابلہ کرنا پڑے گا پھر کہیں جا کر اس کو تیرنا آئے گا، جس طرح خشکی پر تیراکی نہیں سیکھی جاسکتی اسی طرح میدان جنگ سے دور رہ کر کس طرح ایمان بنایا جاسکتا ہے؟

عبداللہ بن المبارک کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں جو انہوں نے جنگ کے محاذ سے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ جو بیت اللہ میں تھے۔ کے نام خط میں ارسال کئے تھے اور فضیلؒ نے رو رو کر فرمایا: "صدق ابو عبد الرحمن"۔ یعنی عبداللہ بن مبارک نے سچ کہا ہے

١. يَـا عَـابِـدَ الْـحَـرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا

لَـعَـلِـمْـتَ اَنَّكَ بِـالْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

اے حرمین شریفین میں عبادت کرنے والے! اگر آپ ہماری حالت کو دیکھ لیں تو جان لوگے کہ تو عبادت سے کھیل رہا ہے۔

٢. مَنْ كَـانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهِ

فَـنُـحُـوْرُنَا بِـدِمَـائِنَا تَتَخَضَّبُ

عبادت میں رورو کر جو رخسار آنسوؤں سے تر ہو جائیں وہ ان کو مبارک، ہمارے تو سینے اپنے خون سے رنگین ہوتے ہیں۔

٣. مَـنْ كَـانَ يُتْـعِـبُ خَيْلَهُ فِيْ بَاطِلٍ

فَـخُـيُـوْلُـنَـا يَـوْمَ الْـكَـرِيْهَةِ تُتْعَبُ

جو شخص اپنے گھوڑے کو باطل کھیل میں تھکا دے وہ ان کو مبارک۔ ہمارے گھوڑے تو میدان جہاد میں تھک جاتے ہیں۔

٤. رِيْـحُ الْـعَبِيْـرِ لَـكُـمْ وَنَحْنُ عَبِيْرُنَا

رَهْـجُ السَّـنَـابِكِ وَالْـغُبَـارُ الْاَطْيَـبُ

تمہیں مشک وعنبر کی خوشبو مبارک ہو۔ ہماری خوشبو تو گھوڑوں کے سموں کا غبار اور پاکیزہ مٹی ہے۔

٥. هـٰـذَا كِتَـابُ الـلّٰـهِ يَـنْـطِقُ بَيْـنَنَا

لَيْـسَ الشَّهِيْـدُ بِـمَيِّـتٍ لَا يُكْذَبُ

یہ اللہ کی کتاب ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ سنا دیتی ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے اس بات کو

جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔

قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں۔

٦. كَأَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ

بِكُلِّ قَرْمٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدىٰ قَرَمِ

٧. فَسَلْ حُنَيْناً وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ أُحُدًا

فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ أَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

ترجمہ: گویا کہ آسمان سے دین اسلام معزز لوگوں کے گھروں میں مہمان بن کر آیا اور ضیافت میں دشمن کا گوشت مانگا، پس آپ بدر وحنین اور احد کا حال پوچھیں کہ یہ جنگیں دشمن کے لئے موت کی ایسی فصلیں تھیں جو وبا سے زیادہ سخت تھیں۔

حضرت حسانؓ نے میدان بدر پر فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

٨. وَبِبِئْرِ بَدْرٍ إِذْ يَكُفُّ مَطِيَّهُمْ

جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَمُحَمَّدٌ

اور بدر کے کنوئیں کا واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ لوگ اپنی سواریوں کو روک رہے تھے اور ہمارے انصار کے جنگی جھنڈے کے نیچے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین تشریف فرماتھے۔

پھر فتح مکہ کے وقت فرمایا:

٩. عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا

تُثِيْرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ

ہمارے گھوڑے گم ہو جائیں اگر ہم ان گھوڑوں کو مقام کدیٰ پر غبار اڑاتے ہوئے دشمن

پر نہ لائیں۔

۱۰. وَجِبْرِيلُ رَسُولُ اللّٰهِ فِينَا
وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءٌ

اور جبرئیل امین ہمارے ساتھ ہوگا اور جبرئیل کا تو کوئی مقابل ہی نہیں ہے۔

۱۱. فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءٌ

۱۱۔ میرا باپ دادا اور میری عزت محمد عربی کی عزت اور نام پر قربان ہے۔

''کس جہاد کیلئے امام کی ضرورت ہے؟''

سوال نمبر ۱۷: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کے لئے امام ضروری ہے بغیر امام کے جہاد ناجائز ہے. کیا یہ صحیح ہے؟۔

جواب: جہاد دو قسم پر ہے ایک جہاد اقدامی ہے دوسرا جہاد دفاعی ہے۔ اقدامی کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو عالم میں غلبہ حاصل ہے مگر فریضہ جہاد کو جاری رکھنے کے لئے ایک جماعت کسی خطۂ زمین میں کفار سے برسر پیکار ہے، فقہاءِ کرام نے اس قسم کے جہاد کو فرض کفایہ کہا ہے اور پھر اس کے لئے شرائط مقرر کی ہیں۔ مثلاً امام کا ہونا۔ طاقت کا توازن، سر پرستوں کی طرف سے اجازت وغیرہ۔ دوسری قسم دفاعی جہاد ہے یعنی کفار نے مسلمانوں کے کسی علاقہ پر چڑھائی کر لی اس پر قبضہ جمالیا مسلمانوں کو مارا اور اسلامی شعائر واحکامات کو مٹا ڈالا اس قسم یعنی دفاعی جہاد کے لئے کوئی شرط نہیں۔ بس جس سے جو کچھ بن پڑے نکلنا چاہئے حتیٰ کہ بیوی کو شوہر اور غلام کو آقا سے اجازت کی ضرورت نہیں نہ بیٹے کو باپ سے اور نہ کسی چھوٹے کو بڑے سے اجازت کی ضرورت ہے اور یہ قسم فرض عین ہے۔ ملاحظہ ہو شامی جلد ۳ کتاب الجہاد ص ۲۴۲ پر اس

طرح لکھا ہے۔

وَفَرْضُ عَيْنٍ اِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ فَيَخْرُجُ الْكُلُّ وَلَوْ بِلا اِذْنٍ اَیْ كُلُّ مَنْ ذُكِرَ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ وَالْمَدْيُوْنِ وَغَيْرِهِمْ، قَالَ السَّرَخْسِيُّ،وَكَذٰلِكَ الْغِلْمَانُ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوْا اِذَا اَطَاقُوا الْقِتَالَ فَلا بَأْسَ بِاَنْ يَّخْرُجُوْا وَيُقَاتِلُوْا فِي النَّفِيْرِ الْعَامِّ وَاِنْ كَرِهَ ذَالِكَ الْآبَآءُ وَالْاُمَّهَاتُ.

ترجمہ: یعنی جہاد فرض عین ہو جاتا ہے جب دشمن مسلمانوں پر یلغار کرتا ہے تو پھر سب بغیر اجازت کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے یعنی عورت غلام وغیرہ۔ علامہ سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ لڑکے بھی نکلیں گے جو بالغ تو نہیں ہیں لیکن وہ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں یہ اس وقت ہے جبکہ جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے اگر چہ ماں باپ اجازت نہ بھی دیں۔

"ایک دلچسپ مکالمہ"۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ وغیرہ نے انگریز کے ساتھ جہاد کے لئے شوریٰ بلائی جو ہندوستان کے نمائندہ علماء پر مشتمل تھی۔ دہلی میں اجلاس کے دوران حضرت نانوتویؒ نے ایک بزرگ مولانا محمد تھانویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت! آپ کیوں ان دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کو فرض نہیں مانتے انہوں نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ ہمارے پاس ساز و سامان اور اسلحہ نہیں ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اتنا بھی نہیں جتنا کہ بدر میں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے پاس تھا؟ مولانا محمد تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت ہمارے پاس امام کہاں ہے۔ حضرت قاسمؒ نے جواب دیا کہ امام بنانا کیا مشکل ہے اور کونسی دیر لگتی ہے پیر و مرشد حضرت امداد اللہ صاحب موجود ہیں۔ فرمایا کہ بس اب سمجھ میں آ گیا۔ پھر شاملی کے میدان میں حضرت شامل ہو گئے۔

منکرین جہاد جتنی بھی شرائط بتلاتے ہیں کہ جہاد کے لئے یہ شرط ہونی چاہیئے یہ ہونی چاہیئے وہ

صرف اور صرف جہاد سے جان چھڑانے اور اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے روحانی وارث جتنی بھی جہاد کی مخالفت کریں اور اس کو جتنا بھی حکمت کے خلاف اور زمانے کے تقاضے کے خلاف قرار دیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت کے لئے ایسے دیوانے پیدا فرماتے رہیں گے جو اس کے دین کی حفاظت کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگاتے رہیں گے اور قادیانی کے روحانی وارث شیعوں کی طرح ماتم کرتے رہیں گے۔

بارہ ہزار کی شرط

سوال نمبر ۱۸: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جہاد تب ہوگا کہ جب بارہ ہزار ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو مغلوب نہیں ہوں گے اب بارہ ہزار کہاں ہیں ہم ڈھونڈتے ہیں لیکن بارہ ہزار ہیں کہاں؟

جواب: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک حدیث پاک ہے کہ "لَنْ يُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ" **(مستدرک علی شرط الشیخین)** اس حدیث سے ان بے چاروں کو دھوکہ لگا ہے اور اس کے مفہوم کو غلط رنگ میں سمجھا ہے یا حدیث کی آڑ میں جہاد سے بچنے کے لئے سر چھپانے کی کوشش کی ہے حدیث کا مطلب تو واضح ہے کہ مسلمان جب بارہ ہزار کی تعداد میں ہوں تو پھر وہ قلیل عدد نہیں ہوگی کہ قلت کی وجہ سے شکست ہوئی بلکہ دوسری کمزوریوں کی وجہ سے شکست ہوئی ہوگی کیونکہ بارہ ہزار کا عدد مسلمانوں کے لئے انتہائی عدد کثرت ہے۔

حدیث شریف کا تو یہی مفہوم اور مطلب و مقصد ہے اب اس سے اگر کوئی بندۂ خدا یہ نتیجہ نکالنا شروع کرے کہ جب تک بارہ ہزار نہیں ہوں گے جہاد نہیں کریں گے۔ اور بارہ ہزار اب تک کہاں ہیں بلکہ مشکل سے بیس آدمی یا اس سے بھی کم ہوں گے تو اس کو کون سمجھائے گا کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ بدر، احد، خندق اور دیگر غزوات میں بارہ ہزار کہاں تھے؟ صرف غزوہ حنین میں بارہ ہزار کی تعداد تھی پھر بھی وقتی طور پر شکست ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی یہ تو بڑی غلط فہمی

ہے۔چاہے دانستہ ہو یا نا دانستہ، کہ بارہ ہزار مغلوب نہیں ہوں گے۔دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کے لئے جہاد کرنا ہے۔اس کو میدان میں فتح وشکست دونوں کے لئے تیار رہنا چاہئے اسلام میں دونوں حالتوں کے احکام وشواہد موجود ہیں۔تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ....

''فرض عین کے ہوتے ہوئے فرض کفایہ پر عمل کرنا''

سوال نمبر۱۹: جہاد فرض کفایہ ہے ہم پہلے فرض عین کو پورا کریں گے لہٰذا فرض کفایہ میں جانا ضروری نہیں ہے۔

جواب: اگر کوئی حکم فرض کفایہ ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کو بالکل چھوڑا جائے بلکہ کفایہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ ایک جماعت اس کے لئے کافی ہو رہی ہے تو اس جماعت میں کبھی آپ ہوں گے کبھی آپ کا ساتھی ہوگا کبھی کوئی اور ہوگا جس طرح جنازہ فرض کفایہ ہے جبکہ سامنے نہ آیا ہو تو جب آپ کے دوسرے ساتھی نے اس فریضہ کو ادا کیا تو آپ کی طرف سے وہ کافی ہو گیا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ کو کبھی جنازہ پڑھنا بھی نہیں ہے کہ زندگی بھر قریب نہیں جائیں گے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے تو فرض کفایہ کسی حکم کے چھوڑنے کی دلیل نہیں ہے بلکہ حکم میں ایک گونہ تخفیف ہے۔اور جنازہ سر پر آجائے تو ہر حالت میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔اسی طرح معاملہ جہاد کا ہے اگر اقدامی ہے تو فرض کفایہ ہے جبکہ ایک جماعت کافی ہو رہی ہے لیکن اگر جہاد دفاعی ہے پھر تو تمام فقہاء کرام کا فتوی ہے کہ رفتہ رفتہ جہاد پورے عالم اسلام پر فرض ہو جاتا ہے چنانچہ فقہاء کرام لکھتے ہیں۔

اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ اِذَا قَامَ بِهٖ فَرِيْقٌ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ..... فَاِنْ لَمْ يَقُمْ بِهٖ اَحَدٌ اَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهٖ لِاَنَّ الْوُجُوْبَ عَلَى الْكُلِّ..... اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ النَّفِيْرُ عَامًا فَحِيْنَئِذٍ يَصِيْرُ مِنْ فُرُوْضِ الْاَعْيَانِ..... وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ

الدَّفْعُ، تَخرُجُ الْمَرْاَةُ بِغَیْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا. (الهدایه کتاب السیر)

یعنی جہاد فرض کفایہ ہے جبکہ ایک جماعت اس کے لئے کافی ہورہی ہوتو باقی دوسروں کی ذمہ داری ساقط ہوجائے گی اس صورت میں اگر کسی نے بھی جہاد میں حصہ نہیں لیا اور سب نے چھوڑا تو پورا عالم اسلام گناہ گار ہوجائے گا۔ کیونکہ فرض تو سب پر ہے ہاں اگر نفیر عام ہو جائے تو اس وقت جہاد فرض عین ہو جائے گا پھر تمام انسانوں پر فرض ہو جاتا ہے حتی کہ بیوی کو شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

بہر حال فرض کفایہ کی آڑ لے کر جہاد نہ کرنا اچھی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حدیث شریف میں تو جہاد کی اس طرح ترغیب ہے اور ترک پر اس طرح وعید ہے فرمایا کہ:

"مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ".

(مشکوۃ ص ۳۳۱)

یعنی جو شخص مرگیا اور اس نے زندگی میں نہ تو جہاد کیا اور نہ دل میں جہاد کا جذبہ وارادہ رکھا وہ شخص نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے ہاں جہاد فرض عین ہی ہے اور وہ لوگ فرض کفایہ کو تسلیم نہیں کرتے ہیں جیسے سعید ابن المسیبؒ اور عبداللہ ابن المبارکؒ۔

"نکتہ" کچھ لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد نہیں ہے۔ فلسطین میں بھی نہیں ہے۔ کشمیر اور دنیا کے کسی خطے میں نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بحیثیت مجموعی پوری امت اس وقت مجرم ہے جیسا کہ اعتکاف اور جنازہ اگر سب لوگ چھوڑیں گے تو سب ماخوذ ہوں گے۔

اگر دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاد نہیں ہورہا بلکہ سب کے سب خانہ جنگی اور اقتدار کی لڑائیاں ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق کیا کہو گے: "لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ......الخ" کہ میری امت میں ایک گروہ قیامت تک جہاد کرتا رہے گا۔

تو دنیا میں کوئی تو ہوگا جو قتال کرتا ہو، اگر آپ کو یہ تسلیم نہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ جہاد نہیں ہورہا

پھر یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف خلاف واقعہ ہے (نعوذ باللہ) یا آپ غلطی پر ہیں فیصلہ آپ نے کرنا ہے...!

”جہاد سے پہلے دعوت الی الاسلام کی ضرورت“

سوال نمبر ۲۰: بعض حضرات کہتے ہیں کہ جہاد سے پہلے دعوت کی ضرورت ہے دعوت الی الاسلام سے پہلے جہاد جائز نہیں ہے۔

جواب: ہم مانتے ہیں کہ جہاد سے پہلے دعوت الی الاسلام ضروری ہے لیکن دعوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری زندگی بس صرف زبانی دعوت میں ختم ہو جائے دعوت تو اتنی ہے کہ کفار کو اسلام کا صحیح پیغام پہنچ جائے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بعض اطراف کو خط کے ذریعہ دعوت دی ہے اور پھر کارروائی کی ہے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے کفر کی سرحد پر پہنچ کر دعوت دی ہے مدنی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس طرح ہوتی تھی ”اَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ“ مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے ورنہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کونسا ایسا ملک ہے جس تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا۔ عالمی نشریات کے ذریعہ سے دنیا کے چپے چپے تک اسلام کا پیغام پہنچا ہے بلکہ کفار تو اس وقت اسلام کو مٹانے میں اور رکاوٹ ڈالنے میں مہارت رکھتے ہیں چہ جائیکہ وہ اسلام سے غافل ہوں تو دعوت کا کام ہو چکا ہے اب جہاد کا نمبر ہے اور یہی ترتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت طریقہ ہے۔

ہاں اگر کچھ احباب کفار کو دعوت دیتے ہی نہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دعوت نہیں پہنچی ہے۔ تو وہ الگ بات ہے ان کی اس حکمت عملی سے جہاد کو روکا نہیں جا سکتا۔

”کیا افغانستان میں جہاد، روس اور امریکہ کی جنگ ہے؟“

سوال نمبر ۲۱: بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد نہیں بلکہ یہ روس اور امریکہ کی

جنگ ہے اور اس میں افغان پختون مارے جارہے ہیں۔

جواب: افغانستان کے جہاد کو علماء نے شروع کیا ہے اور پھر عام دیندار مسلمان اس میں شریک ہوئے ہیں، ہمیں ان ہزاروں علماء پر اعتماد کرنا چاہئے جو عالم راسخ باعمل اور خلوص سے آراستہ ہیں اور میدان جنگ کے شہسوار بھی ہیں جن لوگوں نے کبھی افغانستان کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ ان کی یہاں سے محض باتیں چھوڑنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ پہلے وہاں جائیں عملی جہاد میں شریک ہو جائیں پھر اپنی رائے ظاہر فرمائیں اس میدان میں فتوی کے اہل صرف اور صرف وہ علماء کرام ہیں جو براہِ راست جنگ میں شریک ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پختون مارے جارہے ہیں تو یہ بات روس سے پوچھنا چاہئے کہ اس نے افغان سرزمین کو کیوں مقتل گاہ بنادیا۔ اکبر خیبر کو قتل کروا کر داؤد کے پورے خاندان کو زندہ درگور کیوں کروایا۔ پھر حفیظ اللہ اور ترہ کئی کو کیوں ذبح کروایا افغان عوام پر فوج کشی کس نے کی۔ ایک لاکھ فوج سے افغانستان کی سرزمین کس نے بھر دی۔ عوام پر فضائی بمباری کس نے کی۔ اسکڈ میزائل کس نے استعمال کئے۔ کھلونے بموں سے ہزاروں بچوں کو ختم یا معذور کس نے بنایا۔ ٹینک توپ کس نے استعمال کی۔ بارودی سرنگوں سے زمین کس نے بھر دی۔ عورتوں اور بچوں کو کس نے بے گھر کیا۔ قرآن کریم کس نے جلائے۔ مساجد اور مدارس پر کیوں بلڈوزر چلائے اور ۹۰ ہزار علماء اور طلباء اس وقت روس کی جیلوں میں کیوں مقید ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں عورتیں کیوں لاپتہ ہیں۔

باقی جو مجاہدین ۲۰ لاکھ کے قریب شہید ہوئے کیا وہ پختون نہیں تھے یا پختون صرف وہ ہیں جو کمیونسٹ ہیں ان کا خون پختون کا خون ہے اور باقی لوگوں کا خون خون نہیں ہے۔ یا وہ پختون نہیں ہیں اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو یہاں قومیت کی بات بنیادی بات نہیں ہے روس ایک نظریہ لے کر آیا تھا اور اسی نظریہ کے لئے لڑ رہا تھا مسلمان بھی ایک عقیدہ پر لڑے ہیں اور لڑتے رہیں گے اس نے روس کو پاش پاش کر کے رکھ دیا اور اپنے دین وایمان کے لئے بڑی قربانیاں دیں

لھم جزاھم اللہ خیرا۔ اور اس مقدس کام میں تقریباً ہر ملک سے اور ہر قومیت سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے حصہ لیا اور اب امریکہ کی باری ہے۔

یہ سوال اس وقت زیادہ اٹھایا جاتا رہا جب افغانستان میں روس کی پٹائی ہو رہی تھی اور سوال بھی وہی لوگ اٹھا رہے تھے جو روس کے ٹکڑوں پر پلتے رہے، جب روس کو ذلیل و خوار ہو کر افغانستان سے نکلنا پڑا تو یہی لوگ جو کل تک روس کی مدح میں رطب اللسان رہے اور ان کی جھولی میں بیٹھ کر اسلام اور ملک کے خلاف ان کی سازشوں میں برابر کے شریک رہے بغیر کسی پس و پیش کے امریکہ کی گود میں جا بیٹھے اور انہوں نے شکست خوردہ روس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اگر آج بھی افغانستان میں امریکیوں کی پٹائی دیکھ کر یہی لوگ جلتے رہتے ہیں تو ان کی اس کے علاوہ کوئی اور فکر نہیں بلکہ ان کو ڈالر بند ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنی دین کی حفاظت کرنی ہے، شیطان اپنے چیلوں سمیت جتنا زور بھی لگائے انہیں تو خوار ہی ہونا ہے۔

ہے نور خدا کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

”کیا افغانستان میں جہاد نہیں بلکہ خانہ جنگی ہے؟“

سوال نمبر۲۲: بعض لوگ کہتے ہیں افغانستان میں اس وقت روس نہیں ہے بلکہ مسلمان آپس میں حکومت کے لئے لڑ رہے ہیں لہٰذا یہ جہاد نہیں ہے۔

جواب: اگر آپ کو حقیقت کا علم ہو جائے تو پھر آپ یہ اعتراض ہرگز نہیں کریں گے روس بظاہر اگرچہ نکل گیا ہے لیکن جنگ کی کمان اب بھی روسی مشیر کر رہے ہیں اور موجودہ حکومت روس نے بٹھایا ہے روس کے جو نظریات تھے وہی نظریات اس کے ہیں، تمام نشریاتی ادارے کمیونسٹ نظام

کے لئے حرکت میں ہیں ۔سو کتابچوں میں مشکل سے کوئی ایک ایسا ملے گا جس میں بسم اللہ کا تذکرہ ہوگا۔ مسجدوں کو منہدم کردیا گیا اور مدرسوں کو ویران کر دیا گیا ہے، جواب بھی اسی حالت زار میں ہیں فتح خوست کے موقع پر مسجد سے شراب کی بوتلیں نکال کر پھینک دی گئیں، مسجدوں میں اسلحہ خانے اور اصطبل خانے جس طرح روس کی آمد کے وقت تھے اب بھی جا کر دیکھے جاسکتے ہیں مسجدوں سے یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ گیارہ سال سے اس میں کسی نے نماز پڑھی ہوگی جو طیارے آتے ہیں اس کے پائلٹ انڈیا کے ہندو یا روسی اور کچھ افغانی ہوتے ہیں جو پکے کمیونسٹ، روس کے تربیت یافتہ گلم جان جیسے بدنام قسم کے لوگ ہوتے ہیں اسکڈ میزائل، جنگی ہیلی کاپٹر، فوجی گاڑیاں، توپیں اور راکٹ سب روس کے استعمال ہوتے ہیں اور یہ کوئی جنگی اسلحہ کی خریداری کی بات نہیں ہے بلکہ روس براہ راست جنگ کرر ہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چلو فرض کرلو اب روس نہیں ہے تو جب روس تھا اس وقت آپ نے جہاد میں کتنا حصہ لیا ہے یا اب کشمیر میں آپ نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اگر کچھ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کمیونسٹوں اور ہندوؤں سے ہمدردی رکھتے ہیں اس وجہ سے اس قسم کے اعتراضات کرتے ہو۔

باقی مجاہدین کو حکومت کا شوق اگر ہوتا تو وہ کب کے حکومت حاصل کر چکے ہوتے حکومت کے لئے تو ہر وقت ان کو پیش کش ہوتی رہی ہے کہ صلح کرلو ہمارے کچھ آدمی حکومت میں لے لو اور آ ؤ مل کر افغانستان کو آباد کرتے ہیں مگر مجاہدین ڈٹے ہوئے ہیں کہ جہاد کے ذریعہ سے افغانستان کو جب آزاد کرائیں گے تو پھر روس کی باری آئے گی اور یہی وہ چیز ہے جس سے صرف روس کو نہیں بلکہ پورے عالم کفر کو خطرہ ہے اور وہ صلح کی بات کرتے ہیں ۔اور آج کل بھی وہی حالات امریکہ کے ساتھ چل رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ رسالہ ۱۹۹۰ء میں لکھا گیا اور اب کچھ اضافہ موجودہ حالات کو مدّ نظر رکھ کر کیا گیا) امریکہ اور کرزئی پریشان ہیں کہ کسی نہ کسی طرح طالبان مذاکرات پر راضی ہو جائیں

اور طالبان موجودہ حکومت میں شامل ہو جائیں مگر طالبان نظریاتی لوگ ہیں بقول امیر المؤمنین اگر ہم کو حکومت مطلوب ہوتی تو ۲۰۰۱ء میں اسامہ کے معاملے پر امریکہ سے ڈیل کر کے اپنی حکومت بچا لیتے۔ آج بھی پوری ''عالمی برادری'' اس بات پر متفق ہے کہ افغانستان کی حکومت میں طالبان شریک ہوں مگر نظام کون سا ہو شریعت کا یا جمہوریت کا ؟ تو پوری عالمی برادری جمہوریت کی شرط سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نظر نہیں آتی ؟ اس سے پتہ تو یہی چلتا ہے کہ طالبان کی لڑائی اقتدار کی نہیں بلکہ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد اور جہاد ہے۔

''کافروں کو مت مارو! وہ جہنم میں چلے جائیں گے''

سوال نمبر ۲۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں کو مت مارو کیونکہ مارنے سے تو وہ جہنم میں چلے جائیں گے یہ تو آپ نے ان کو جہنم رسید کیا بلکہ سمجھانے کی کوشش کرو تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟

جواب: یہ سوچ تو بہت بڑی جہالت یا بے دینی یا انکار جہاد پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مارنے کا بار بار حکم دیا ہے اور اس میں اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے مثلاً ﴿فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ کفر کے سرغنوں کو مارو۔

﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ یعنی قرب وجوار کے کفار کو مارو اور تم میں سختی پائی جانی چاہئے تا کہ وہ تم میں سختی دیکھے۔

اسی طرح نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اِرْمِ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو مارو! اور فرمایا ''مَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً فَلَهُ سَلَبُهُ۔ جس نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کا سازوسامان اس کو ملے گا (یعنی جہاد کے میدان میں)۔

خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اُحد کے میدان میں اُبَی بن خلف کو قتل کیا ہے اس قسم کا اعتراض تو کوئی ایسا شخص کرسکتا ہے جو ابلیس کا ایجنٹ ہو آج کل کے مصلحت پسند لوگوں کو سلام ہو کہ کفار کے واصلِ جہنم ہونے کا غم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہوسکا لیکن آج کل کے رحماء للکفار بننے والے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات کیسے آگئی۔ سبحان اللہ! ان حضرات سے ہم صرف یہ پوچھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب بنو قریظہ کا قتل عام ہورہا تھا اگر آپ وہاں موجود ہوتے تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مشورہ دیتے؟

"تین سو تیرہ آدمیوں کے بننے کا خواب"

سوال نمبر ۲۴: بعض حضرات کہتے ہیں ہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو خواب میں دیکھا ہے آپ سے جہاد کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ ۳۱۳ آدمی بناؤ پھر جہاد کرو اور ابھی تک ۲۰ آدمی بن گئے ہیں۔

جواب: انبیاء کرام کے علاوہ کسی آدمی کا خواب شرعی حجت نہیں ہے لہٰذا اس پر جہاد کا عمل موقوف نہیں کیا جاسکتا ہے "اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ" حضرت کا مطلق فرمان موجود ہے جنگ بدر سے پہلے کئی غزوات میں حضور ﷺ خود گئے ہیں جیسے غزوہ عشیرہ، ابوا، بواط، اس میں آپ کے ساتھ ۳۱۳ آدمی کہاں تھے۔ غزوہ عشیرہ میں صرف ۶۰ مہاجرین تھے اور ابوا اور بواط میں دو دو سو آدمی تھے اگر ۳۱۳ کی تعداد کوئی شرط تھی تو آپ کبھی جہاد میں اس سے کم لے کر نہ جاتے اور نہ کسی کو بھیجتے نیز اس خواب سے تو یہ معلوم ہوا کہ یہ امت بالکل بانجھ امت ہے کہ ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں میں ۳۱۳ آدمی بھی کام کے نہیں ہیں یہ عقیدہ تو رافضیوں کا عقیدہ ہے۔

خواب تو ویسے بھی حجتِ شرعیہ نہیں اگر آپ خواب میں دیکھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے دو تین نمازیں معاف کررہے ہیں تو اگلے دن آپ کا معمول کیا ہوگا؟ کیا آپ خواب کو حجت بنا کر نمازیں چھوڑ دیں گے؟

''جہاد افغانستان میں فتح کیوں نہیں ہو رہی ہے؟''

سوال نمبر ۲۵: بعض حضرات پوچھتے ہیں کہ اگر افغانستان میں صحیح جہاد ہے تو فتح میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

جواب: فتح تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کی مرضی ہے کہ حکمت بالغہ کے تحت جلدی دیدے یا دیر سے۔ فتح جلدی نہ ہونا کوئی عدم جواز یا عدم قبولیت کی دلیل نہیں ہے، بندوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے سعی وکوشش اور جہاد لگا دیا ہے بندے کو اسی میں لگنا چاہئے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شہر مکہ کو آٹھ سال کے بعد فتح کیا تھا اسی طرح صحابہ کرام نے جو بیشتر دنیا کو فتح کیا تھا اس پر مجموعی اعتبار سے تیس سال لگے تھے اور اگر حضرت معاویہؓ کا دور بھی لیا جائے تو پھر ۵۰ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ اور اگر آپ کو پھر بھی تسلی نہیں تو خود میدان میں آئیں اور فتح پائیں۔

ویسے میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کی جنگ تکوینی طور پر طول پکڑتی جارہی ہے تا کہ وہ افراد جو ابھی تک خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ کسی نہ کسی وقت بیدار ہو کر شریک جہاد ہو جائیں، نیز قرآن کے ارشاد کے مطابق ''اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا'' کہ چاروں طرف سے کچھ نہ کچھ زمین کفار کے ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہے۔ اس اصول کے تحت ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ افغان مجاہدین برحق ہیں۔ کیونکہ ہر آئے دن کچھ نہ کچھ زمین ان کے ہاتھوں میں آرہی ہے ان سطور کے لکھتے وقت ابھی خبر آئی ہے کہ مجاہدین نے جلال آباد کے قریب اہم مقامات میں ۱۶ چوکیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ الحمد للہ علی نصرتہ ومددہ. نیز سپر طاقت امریکہ پینتالیس ممالک کے ساتھ افغانستان میں شکست کھا چکا یہ فتح نہیں تو کیا ہے؟

''جب کافروں کی صفوں میں مسلمان بھی ہوں تو جہاد کیسا؟''

سوال نمبر ۲۶: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اشرف غنی اسلام کی بات کرتا ہے افغانستان کے

ریڈیو سے تلاوت نشر ہوتی ہے لڑتے وقت دشمن کی صفوں میں بعض مسلمان بھی ہوتے ہیں تو ان سے لڑنے کو جہاد کیسے کہا جائے گا؟

جواب: اگر کسی شخص میں اسلام کی تمام باتیں ہوں لیکن ایک بات کفر کی ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے یعنی اسلام قبول کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ آسمانی شریعت کے تمام احکامات کو صدق دل سے مان لے اور کفر قبول کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ پورے اسلام کا انکار کردے۔ بلکہ دین کے بنیادی عقائد اور ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کفر کے لئے کافی ہے اب اگر حالت قدرت میں ایک شخص اسلام، قرآن اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا برملا انکار کرتا ہے اور اس نظریہ پر ڈٹ کر لڑتا ہے ہزاروں مسلمانوں کا بالواسطہ قاتل بھی ہے لیکن جب ان تمام حربوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ایک نئے حربے کو استعمال میں لاتا ہے اور صرف زبانی اعلان کرتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں نہ حکومت سے ہٹتا ہے نہ قدرت کے استعمال میں تبدیلی لاتا ہے نہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے راستہ چھوڑتا ہے وہ کہتا ہے کہ آؤ میرے مطیع اور فرمان بردار ہو جاؤ میری حکومت کے زیر سایہ رہو کیونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

اس کی حکومت کی پوری مشینری اسی خلق پارٹی، جو کمیونسٹوں کی پارٹی ہے یا آج کل امریکہ کے اقتدار کے تحت چلتی ہے اسی کے احکامات کی روشنی میں سارا نظام چل رہا ہے ایک کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا رسید کی شکل میں بھی آج کل امریکہ کی مہر سے مزین ہوتا ہے، نہ وہ شخص نماز پڑھتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو پسند کرتا ہے نہ کبھی حج کیا ہے نہ شاید کبھی کرے گا نہ روزہ رکھتا ہے اور نہ بظاہر آئندہ کوئی ارادہ ہے اب ڈوبتے وقت فرعون کی طرح ڈوبنے سے بچنے کے لئے صرف یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ ان کے لئے تو بموں کا گولہ مناسب ہے جیسا کہ فرعون کے منہ میں مٹی کا گارا چپکا دیا گیا تھا۔ نجیب کا دور تو ختم ہو گیا آج کل اشرف غنی امریکہ کا غلام ہے۔

میرے نادان بھائی! ذرا سوچو تو سہی کفر کے ان تمام شواہد کی موجودگی میں اگر صرف اسلام کی

بات کرنے سے وہ مسلمان ہو گیا تو پھر اندرا گاندھی نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی خوبیوں پر لمبی چوڑی تقریر کی تھی پھر اس کو بھی مسلمان کہہ دو۔

اگر کسی کے دل میں شبہ گزرے کہ قلبی تصدیق کے ہم مکلف نہیں ہیں کیونکہ "هلا شققت من قلبه" حدیث وارد ہے تو یہ قیاس مع الفارق ہے وہاں ایک عام آدمی اسلام کا نعرہ لگاتا ہے کفر کی صف سے اسلام کی طرف آتا ہے تسلیم ہو جاتا ہے وہ اور صورت ہے۔ یہاں تو نہ تسلیم وانقیاد ہے نہ اعمال کی تبدیلی ہے نہ حکومت سے کنارہ کشی ہے بلکہ اپنی طرف تسلیم کروانے کے لئے بلاتا ہے تاکہ مصیبت ٹل جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ اچھی طرح یہ بات جان لیں کہ دھریوں کیمونسٹوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ حالات کے مطابق اپنے رنگ کو بدل لیا کرو چنانچہ یہ منافق اور زندیق بھی ہیں کفریہ شواہد کے ہوتے ہوئے اس کے اسلام کو کیسے مانا جا سکتا ہے اگر وہ واقعی مسلمان ہیں تو وہ مجاہدین علماء کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ اسلام قبول کر لے اور مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر کفر کی طرف پیش قدمی شروع کر دیں پھر کون نہیں مانے گا، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کرسی اقتدار پر بیٹھے ہوئے کہتا ہے کہ آؤ میں مسلمان بن گیا ہوں اس کے کہنے میں ہم تو آ سکتے ہیں۔ لیکن جن مجاہدین نے میدان میں ١٦ لاکھ سے زیادہ کی قربانی دی ہیں ان کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

رہ گیا یہ کہنا کہ ریڈیو سے تلاوت نشر ہوتی ہے تو یہ اچھی طرح سن لیں کہ ریڈیو کے تمام پروگرام تفریحی ہوتے ہیں وہ اپنے سامعین کو خوش رکھنا چاہتا ہے کبھی کسی کو گانا سنا کر خوش کرتا ہے کسی کو نعت سے خوش رکھتا ہے اور کسی کو تلاوت اور اسلام کی بات سے خوش رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تقریباً تمام ریڈیو نشریات کا یہی انداز رہتا ہے۔ ہندوستان ریڈیو سے باقاعدہ تلاوت اور جمعرات کو نعتیں اور اسلام کی باتیں ہوتی ہیں۔ بلکہ روس اور امریکہ میں بھی ایسا ہوتا ہے روس نے تو ایک دفعہ تلاوت وخطبہ جمعہ کو پورا نشر کیا تھا تو کیا کیسٹ سے تلاوت بذریعہ ریڈیو سنا کردہ

سب مسلمان ہو گئے جبکہ وہ بھی دھوکہ دینے کے لئے ہو؟ رہ گئی یہ بات کہ افغان فوج میں بعض مسلمان بھرتی ہیں تو یہ اچھی طرح جان لیں کہ شریعت مطہرہ کا یہ قاعدہ ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث کا یہ مضمون ہے کہ جب کفار سے محاربہ و جہاد شروع ہو جائے تو مسلمانوں کو کفار کی صفوں سے ہٹ جانا چاہئے اگر نہیں ہٹے اور مارے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا خون رائیگاں ہوگا۔ ویسے اگر اس طرح کی صورت حال سے لڑنا جائز نہیں ہے اور یہ جہاد نہیں ہے تو پھر بتاؤ کہ وہ کونسا ملک ہے جہاں مسلمان نہیں ہیں اور جس کی فوج میں کوئی نہ کوئی مسلمان نہ ہو بلکہ امریکی فوج میں مسلمان موجود ہیں، برطانیہ کی فوج میں مسلمان موجود ہیں اور انڈیا کی فوج میں مسلمان موجود ہیں اگر اس طرح کرو گے تو پھر دنیا میں کسی بھی کافر ملک کے ساتھ جہاد کرنا جائز نہیں ہوگا۔

''کیا مجاہدین مال کی غرض سے جہاد کرتے ہیں؟''

سوال نمبر ۲۷: بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجاہدین مال کی غرض سے جہاد میں شامل ہوتے ہیں اور اس نیت سے جہاد صحیح نہیں ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''**انما الاعمال بالنیات**'' یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگر کوئی مجاہد اس طرح غلط نیت کرتا ہے کہ محض مال و متاع کی غرض سے جہاد میں شامل ہوتا ہے تو اس غلط نیت کی وجہ سے اس کا عمل ضائع ہو جائے گا اور یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی کہ جان کی بازی صرف فانی دنیا کے لئے لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی اصلاح فرمائے۔

یہ سینکڑوں میں کوئی ایک ہوگا لیکن اگر ایک مجاہد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان جہاد میں اترتا ہے اور اخلاص کے ساتھ جنگ لڑتا ہے اور پھر مال غنیمت ہاتھ لگ جاتا ہے تو اس کا حاصل کرنا اور لینا

جائز ہے اور انسانی کمائی میں سب سے افضل مال، مال غنیمت کو شمار کیا گیا ہے اور اس کے بعد تجارت سے حاصل شدہ حلال مال کا درجہ ہے۔ یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ کفار سے چھینا ہوا مال غنیمت استعمال میں لانا جائز نہیں ہے قرآن عظیم میں سورۂ انفال مال غنیمت کے بارے میں اتری اس میں یہ آیت ہے۔

﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ یعنی جو حلال طیب مال غنیمت تم کو ملا ہے اس کو کھاؤ ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ دسواں پارہ اسی مال غنیمت کی تقسیم سے شروع ہوتا ہے اور تقسیم بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی "نَبِیُّ الْمَلَاحِمْ" صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جُعِلَ رِزْقِی تَحْتَ رُمْحِیْ" ۔ (کنز العمال) یعنی اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔ کہ جہاد کروں اور مال غنیمت حاصل کروں اور پھر فرمایا "وَاُحِلَّتْ لَنَا الْغَنَائِمُ" ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔ (مشکوۃ ۳۴۹) اور فرمایا "اَطْیَبُ کَسْبِ الْمُسْلِمِ سَهْمُهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" (کنز العمال)

یعنی حضرت کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے لئے سب سے پاک کمائی مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد میں مال غنیمت سے حاصل ہو جائے۔

محدثین اور پھر فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں مال غنیمت کی تقسیم کے لئے باب قسمة الغنائم کے عنوان سے الگ الگ ابواب باندھے ہیں لہٰذا اس اشکال کو آڑ بنا کر جہاد سے بیٹھے رہنا کسی صورت میں جائز نہیں بلکہ اس قسم کے صحیح نیت والے لوگوں کو تو سب سے آگے جانا چاہئے تا کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور اس کی صحیح نیت دیکھ کر باقی لوگ بھی راہِ راست پر آ جائیں جیسا کہ ہزاروں عرب اور عجم اسی نیت سے لڑتے ہیں اپنا خرچ کرتے ہیں اور مال غنیمت نہیں لیتے۔

’’کیا دشمن کا ہر حملہ عذاب الٰہی ہوتا ہے؟‘‘

سوال نمبر ۲۸: بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغان عوام گناہ گار تھے اپنے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب خداوندی نازل ہوا ہے لہٰذا ان کی مدد کے لئے کھڑے ہوکر جہاد کرنا ضروری نہیں ہے۔

جواب: انبیاء کرام کے علاوہ انسان معصوم نہیں ہیں جو گناہ نہ کر سکتے ہوں اور صحابہ کرام کے علاوہ انسان محفوظ نہیں جو گناہوں سے محفوظ ہوں لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ چونکہ افغانی گناہ گار تھے اس لئے ان کی مدد حرام ہے۔

شریعت کا ضابطہ تو یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان پر کافر تعدی اور ظلم کرتا ہے تو ان کی مدد دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے چاہے مظلوم مسلمان گنہگار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:"اِنَّ حَقًّا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّتَوَ جَّعَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ كَمَا يَأْلَمُ الْجَسَدُ لِرَّأْسِ" یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لئے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد میں باقی اعضاء دکھ محسوس کرتے ہیں۔

"اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسَلِّمُهُ" یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے پنجہ میں چھوڑے۔

پھر فرمایا کہ "اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوْطُهُ مِنْ وَّرَائِهِ".

(ابو داؤد)

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کو ہلاکت سے بچاتا ہے اور پس پشت اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ان آیات و احادیث میں تو مطلقاً مدد کرنے کو کہا گیا ہے یہاں کسی متقی اور گناہ گار کا کوئی فرق نہیں ہے اس وقت دنیا کا ہر بشر تقریباً گناہ گار ہوگا یعنی معصوم تو کوئی بھی نہیں ہے تو پھر سائل کے سوال

کے پیش نظر کسی خطے میں کسی فرد بشر کی مدد جائز نہیں۔ حالانکہ ایک صاف حدیث یہ بھی ہے کہ "…. هُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ". (ابو داؤد) یعنی تمام مسلمان دشمنان اسلام کے سامنے ایک ہی ہاتھ ہیں۔

بہر حال یہ بزدلوں اور کم ہمتوں کی ایک چال ہے جس سے اپنی کم ہمتی اور بزدلی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں مزید یہ بھی سن لیں کہ یہ کس کو علم ہے کہ جو مصیبت اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر آجائے وہ واقعی عذاب اور سزا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی اور حکمت سے اللہ نے یہ مصیبت ڈالی ہو اور وہ حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ افغانستان کا خطہ جغرافیائی لحاظ سے جہاد کے لئے انتہائی موزوں تھا اس طرف سے جہاد کے نقشے برصغیر ایشیاء کے قدیم زمانے سے بنتے رہے ہیں محمود غزنویؒ اور بابری مہمات برصغیر پاک و ہند احمد شاہ ابدالیؒ اور سید احمد شہیدؒ، شاہ ولی اللہؒ اور شیخ الہندؒ کے تمام جنگی نقشے اسی طرف سے بنے ہیں پھر وہاں کے باشندے سیدھے سادے تھے نہ ٹی وی، سینما اور وی سی آر سے آشنا تھے، نہ دوسری رنگینیوں سے واقف تھے، ڈھیلا ڈھالا لباس بڑی بڑی پگڑیاں اور فطری استعداد کے محافظ تھے، جسامت کے اعتبار سے تنومند، شجاعت کے لحاظ سے بہادر، غیرت کے لحاظ سے جان دینے والے، اپنے دین پر پکے اور مرمٹنے والے تھے تو کیا بعید……! کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لئے منتخب کیا ہو، کہ ان کے ذریعہ سے پورے عالم میں جہاد زندہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر روس کی شکل میں ایک مصیبت ڈال دی اور ان کو جگا دیا اور کفار سے ٹکرا دیا۔ نیز میں پوچھنا چاہوں گا کہ کفار کی ہر یلغار اگر عذاب الٰہی ہے تو پھر جہاں جہاں یہ یلغار ہوئی ہے اس کو اسی تناظر میں دیکھنا ہوگا تو پھر بتاؤ کہ کفار کے لشکر نے مکہ سے بدر یا اُحد یا خندق جا کر مسلمانوں پر جو چڑھائی کی تھی تو کیا وہ بھی عذاب اور سزا تھی۔ اگر عذاب الٰہی کا بہانا بنا کر پیچھے ہٹنا جائز تھا یا ضروری تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے یہ کہہ کر واپس ہو جاتے کہ یہ گناہ گاروں پر عذاب آیا ہے مگر آپ پیچھے نہیں ہٹے بلکہ سب سے آگے ڈٹے اور

مقابلہ کیا۔اس وقت سری لنکا کے مسلمانوں میں یہی بیماری آ گئی ہے ایک گاؤں والوں کو کفار قتل کرتے ہیں تو دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار تھے اللہ نے سزا دے دی ہے ہم قضائے الٰہی کا مقابلہ نہیں کریں گے ان کے لئے یہی طے تھا ہمارے کچھ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے یہ تو جبریوں والا عقیدہ ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا رشتہ اسلام اور اخوت ایمان ایک دستاویزی شرعی معاہدہ ہے اس میں قومیت رنگ ونسل، ملک ووطن، قرب وبُعد، مشرق ومغرب اور جنوب وشمال حائل نہیں ہوسکتے ہیں بلکہ سب پر باہمی تعاون اور مدد لازم ہے خلاصہ یہ کہ اگر کوئی مصیبت اور ابتلاء گناہوں کی وجہ سے آتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو آزمائش آ گئی تو کیا وہ گنہگار تھے اور نبی کے بارے میں تو یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

''کیا کفار سے درگذر کی وجہ سے جہاد نہ کیا جائے؟''

سوال نمبر۲۹: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو کفار سے درگذر کرنے اور ان سے تعارض نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر آپ میدان جہاد میں جانے کے لئے کیوں زور لگا رہے ہیں مثلاً وہ آیتیں یہ ہیں۔

۱. ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾(الاعراف الآیۃ ۱۹۸)

یعنی آپ عفو کریں اور نیکی کا حکم کیا کریں اور جاہلوں سے درگذر و اعراض کریں۔

۲. ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ﴾(النمل الآیۃ ۱۲۴)

اپنے رب کے راستہ دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلاؤ عمدہ وعظ اور دانشمندی کے ساتھ اور ان سے بہترین طریقہ پر بحث کرو۔

۳. ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ

الْمُسْلِمِیْنَ......الخ﴾(السجدہ الآیۃ ۳۲)

اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کرتا رہا اور کہا کہ بے شک میں فرمان برداروں میں سے ہوں نیکی اور برائی برابر نہیں آپ برائی کا خاتمہ بھلائی کے ساتھ کیا کریں.

۴. ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ﴾﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ﴾﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾

﴿جو حکم ملے صاف بیان کریں اور کفار سے اعراض کریں﴾﴿بہتر طریقہ سے درگذر کیجئے﴾﴿تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر﴾

جواب: یہ آیتیں اور اس قسم کی دوسری آیتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہیں اور مکی دور میں جہاد کا حکم نہیں آیا تھا صرف زبانی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اکتفاء کیا گیا تھا اور مزید تعارض کرنے سے روک دیا گیا تھا یعنی جب بھی امر و نہی کا حکم ہو تو ساتھ ساتھ ہاتھ اٹھانے سے روک لیا گیا یہ انداز واضح طور پر بتاتا ہے کہ امر اور نہی میں طاقت کے استعمال کا مفہوم پڑا ہے۔ لیکن حکمت کے تحت مکی دور میں طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی اور جب مدنی دور آ گیا جہاد کی اجازت ہو گئی تو امر و نہی اپنے پورے مفہوم کے ساتھ سامنے آ گئی یعنی زبانی دعوت کے بعد طاقت کا استعمال، ہاں البتہ اگر کہیں مدنی دور میں اس قسم کے اعراض کا حکم ہوا ہے تو وہ منافقین کے بارے میں ہے کیونکہ منافقین کے ساتھ چشم پوشی کا حکم تھا تا کہ اسلام کے خلاف برا پروپیگنڈہ نہ ہو اس نقشہ کو سمجھنے کے لئے شامی کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاَمْرَ بِالْقِتَالِ نَزَلَ مُرَتَّبًا فَقَدْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامُوْرًا اَوَّلاً بِالتَّبْلِیْغِ وَالْاِعْرَاضِ. ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ثُمَّ بِالْمُجَادَلَۃِ بِالْاَحْسَنِ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾ثُمَّ اُمِرَ بِالْقِتَالِ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا﴾ثُمَّ اُمِرَ بِالْقِتَالِ مَشْرُوْطًا

بِقِتَالِهِمْ﴿فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ﴾ثُمّ أُمِرَ بَشَرْطِ انْسِلاخِ أَشْهُرِ الْحُرُمِ ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ثُمَّ أُمِرَ مُطْلَقًا﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.(سرخسی ملخصاشامی ج۳)

ترجمہ: پس جان لو کہ جہاد کا حکم ترتیب وار نازل ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اولاً تبلیغ کا حکم تھا اور کفار سے اعراض کا حکم تھا پھر احسن طریقہ پر بحث کا حکم ہوا وعظ ونصیحت کا حکم ملا پھر قتال بالسیف کی اجازت اس طور پر ہوئی کہ اگر وہ لوگ لڑیں تو تم بھی جوابی کاروائی کرو پھر اشہر الحرم کے علاوہ جہاد کا عام حکم ہوا اور پھر مطلقاً جہاد کا حکم ہوا کہ اللہ کے راستے جہاد میں لڑو اور یہی حکم قیامت تک برقرار رہے گا۔

اسی قسم کی تفصیلی عبارتیں احکام القرآن للجصاص کی بھی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ مدنی دور کی آیتوں اور مکی دور کی آیتوں کو خوب پہچان کر اپنے اپنے مقام پر رکھ کر استعمال کرنا از حد ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ علماء نے دعوت کے لئے علم کو شرط رکھا ہے تا کہ ناسخ ومنسوخ، مطلق ومقید، مکی ومدنی، خاص وعام وغیرہ میں فرق کر سکے اور خطرناک غلطیوں سے بچ سکے۔

''اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا تلوار سے؟''

سوال نمبر۳۰: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام اچھے اخلاق سے پھیلا ہے تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ہے لہٰذا تلوار اٹھا کر میدان جہاد میں جانے کے بجائے اخلاق کے ذریعہ سے کوشش کرنی چاہئے اور وہ دعوت وتبلیغ کا راستہ ہے۔

جواب: سب سے پہلے اس بات کا تعین ضروری ہے کہ اچھے اخلاق کونسے ہیں اور اس کے معلوم کرنے کا کیا معیار ہے کیونکہ اپنے طورر پر ہر نظریہ والے یہ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہی اعلیٰ اخلاق ہیں ہر مذہب اور مسلک والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم اخلاق پر ہیں

اس سلسلہ میں آپ کو تین تمدنوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا ہوگا۔

اقوام عالم کے انقلابات پر نظر دوڑانی ہوگی انسانوں کے کردار اور گفتار کا موازنہ کرنا ہوگا تب آپ معلوم کرسکیں گے کہ اچھے اخلاق کونسے ہیں اور اس کا معیار کیا ہے تو لیجئے وہ تین تمدن جن کا تذکرہ علامہ ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب مذہب وتمدن میں کیا ہے یہ ہیں:

ا۔حسی تمدن ۲۔اشراقی تمدن ۳۔اسلامی تمدن

ا۔حسی تمدن: حسی تمدن محسوسات پر بنیاد رکھتا ہے جو کچھ سامنے ہے عقل کے دائرہ میں ہے حواس اس کا ادراک کرسکتا ہے وہی انسانی زندگی کا کل سرمایہ ہے ان کے ہاں اچھے برے کی تمیز کا یہ ایسا ترازو ہے کہ جس سے وہ عیاناً اور مشاہدۃً دیکھ کر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ یہ اچھا ہے اور وہ برا ہے۔اس تمدن کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں نے ہر اس چیز کا انکار کیا جو عقل وحواس کے دائرہ اختیار سے باہر تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا انکار فرشتوں، جنت، دوزخ بلکہ ہر بن دیکھی چیز کا انکار کیا۔ دوسرا پہلو اس کا یہ ہوا کہ جو چیزیں مدرک بالحواس ہیں وہی مقصود اصلی ہوگئیں وہی اخلاق ہیں اور وہی اصلی زندگی ہے چنانچہ دنیوی منافع ذاتی منفعتیں اغراض ومصالح، لذت نفس، عیش پرستی اور مستی نے اخلاق کی جگہ لے لی۔اب ان کے ہاں اچھے اخلاق صرف وہ ہیں جس سے دنیوی نفع حاصل ہوجائے اور دنیوی نفع جہاں مفقود ہو وہ اخلاق کے زمرے سے باہر ہے۔

قوم ثمود، عاد اور ان کے بعد ادوار میں اس حسی تمدن نے ترقی کرلی۔ان اقوام کی زندگی پر اگر آپ قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں نظر ڈالیں گے تو ان کے ہاں ظاہری اور حسی زندگی سے لطف اندوز ہونا عیش وعشرت، حظ نفس اور مستی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ان کے ہاں اخلاقیات نام کی اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی ماوراء عقل وحواس کوئی خاکہ نہ تھا اپنے تعیش کا تحفظ اور صرف موجودہ نقد کا اقرار اور ادھار کا انکار تھا اصول اخلاق وعقائد پر دنیوی منافع ومصالح کو ترجیح دیجاتی تھی، بڑے سے بڑے اصول کو، اہم سے اہم عقیدہ اور بہتر سے بہتر تعلیم کو حقیر سے حقیر

فائدہ پر قربان کیا جاتا تھا۔

یہاں انسانیت کی مثال ایک ہوشیار جانور کی سی ہے جو بہتر سے بہتر چراگاہ میں چرے اور دن رات مختلف انداز کے مختلف لذائذ سے لطف اندوز ہو، اس راستہ میں جو بھی رکاوٹ آئے اس کو دور کرنا عین صواب ہو اور جتنی غارتگری اور قتل ہو جائے عین اخلاق ہو، جاہلیت کے شعراء اور ادیبوں، خطیبوں نے اس اصول کو کھل کر بیان کیا ہے۔

انہی اصولوں پر موجودہ سرمایہ دارانہ اور اشترا کی نظام قائم ہے دونوں کے استعمار کے لئے مختلف طریقے اور حیلے وضع ہیں الفاظ میں اگرچہ تفاوت ہے طریقہ کار اگرچہ مختلف ہے لیکن انجام کے لحاظ سے دونوں کا رنگ ایک جیسا ہے، صلیبی خون ریز جنگوں نے جو نقشہ تاریخ کے اوراق پر چھوڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ہزاروں مربع میل زمین اور کئی ممالک ان کے استعماری نظام کے تحت آگئے ۔لاکھوں انسان موت کے منہ میں چلے گئے ہزاروں مسجدیں ویران یا شراب خانوں اور اصطبل خانوں میں تبدیل ہو گئیں وہاں کسی اخلاق کے دعویدار نے نہ تو مسجد کا احترام کیا نہ قرآن کے جلانے میں تامل دکھائی اور نہ علماء کے قتل میں احتیاط سے کام لیا وہاں تو "لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً" یعنی مؤمن کے بارے میں نہ کسی محبت کا اعتبار ہے اور نہ کسی ذمہ داری کا اقرار ہے" کا مکمل نقشہ سامنے آیا اس وقت مغربی اور یورپی ممالک میں اخلاق کے علمبرداروں کے ہاں مادر پدر آزادی اور جنسی آوارگی اور اخلاق سوز فحاشی کی مناظر عروج پر ہیں ان کے نزدیک یہ عین اخلاق ہے۔

یہ تجارتی اخلاق دنیا کے ہر نفع کو زمرہ اخلاق میں داخل کرتا ہے اور ہر نقصان کو دائرہ اخلاق سے خارج کرتا ہے، اشترا کی نظام میں آپ روس کو ذرا دیکھیں ،ان کے ہاں انکار خدا، زر، زن، زمین میں اشتراک اور جبر واستبداد اور استعماری تگ و دو سب سے اچھے اخلاق ہیں۔

چنانچہ لینن ملعون لکھتا ہے کہ ضابطہ اخلاق جو کہ انسانیت کے لئے باہر سے لایا گیا ہے (یعنی آسمانی وحی) ہمارے نزدیک کوئی قابل قدر چیز نہیں ہے بلکہ یہ محض دھوکہ اور فریب ہے (بالاسلام، مصنفہ لینن)

کتاب کمیونزم کا مصنف لکھتا ہے کہ نیکی اور بدی کے لئے ایک اصول ہے ہر وہ کام جو اشتراکیت کے لئے معاون اور مددگار ہو وہ نیکی اور خیر ہے اور جو کام اشتراکیت کے لئے ضد اور منافی ہو وہ گناہ اور شر ہے۔ (اشتراکیت واخلاق ۹۹)

عیاشی اور مستی کے بارے میں کمیونزم کا نظریہ ہے کہ زن اور زمین میں اباحت مطلقہ ہے یعنی کسی کی ملکیت نہیں۔ "صبح سمرقندی" نامی کتاب صفحہ نمبر ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ ہر مرد ہر عورت سے جب چاہے شہوت رانی اور صحبت جنسی کرسکتا ہے۔ یعنی یہ مادر پدر آزادی انکے اخلاق کے منافی نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۸۷ پر لکھا ہے کہ مرد وزن کا اختلاط جنسی آزادانہ طور پر رائج ہے۔ کارل مارکس کہتا ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے" مارکس کی کتاب صفحہ نمبر ۱۰۴ "سقوط بخارا کے بعد ایک کمیونسٹ لیڈر نے بھرے مجمع میں بخارا کے مسلمان عوام کو یوں خطاب کیا۔

"ہم نے تمہارے مویشی تو ہتھیا لئے اب ہم تمہاری بیویوں اور بیٹیوں کو بھی اجتماعی ملکیت میں لینے والے ہیں۔ ہم انہیں اپنے پہلو میں سلائیں گے اور اس طرح ایک دوسرے سے خوب گھل مل کر مکمل اشتراک کو وجود میں لائیں گے"۔ (سویت ایشیا ص ۲۰۵)

مدارس و مساجد اور علماء کا حال بھی ذرا دیکھ لیں اور پھر اخلاق کے دعوے دار جواب دیں۔ لینن اپنی کتاب "بالاسلام" میں لکھتا ہے کہ سارے روس میں مساجد کی تعداد اکتیس ہزار تھی مگر تھوڑے عرصہ کے بعد سویت وار نیوز ۱۶ مئی ۱۹۴۲ء کی اطلاع کے مطابق یہ تعداد گھٹ کر صرف تیرہ سو رہ گئی۔ (وائس آف اسلام کراچی ۱۲۹)

۱۹۱۷ء میں انقلاب روس سے پہلے وہاں کے مدارس کی تعداد مسلمانوں کے قول کے مطابق

۲۵۵۰۰ پچیس ہزار پانچسو تھی مگر انقلاب روس کے بعد چھ ہزار کے لگ بھگ رہ گئے، بحوالہ ''میرا اسلام'' انقلاب روس کے بعد ۱۹۴۰ء تک روس میں پچاس ہزار چوٹی کے علماء کمیونسٹوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (بالا اسلام مصنفہ لینن ص ۳۲)

سٹالن نے مالٹا کانفرنس میں مسٹر چرچل جو اس وقت برطانیہ کے وزیر اعظم تھے، سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ عظیم میں اتنے لوگ قتل نہیں ہوئے جتنے کہ روس میں مالکان زمین سے زمین لیتے وقت ہم نے قتل کئے، ہم نے اجتماعی کاشتکاری کے لئے صرف روس میں ایک کروڑ زمینداروں کو قتل کیا ہے۔ بحوالہ ''سوشلزم ۱۹۲۷ء''۔ یہ تو سٹالن کا کہنا ہے لیکن آزاد ذرائع نے یہ تعداد بہت زیادہ بتائی ہے۔ چنانچہ روزنامہ کوہستان ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء کے مطابق سٹالن نے کمیونزم کے لئے روس میں پانچ کروڑ انسان قتل کئے ہیں۔

فرانس کے پایہ تخت پیرس میں اقوام متحدہ کی ایک میٹنگ ۳ نومبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوئی چین کے نمائندے نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ چین نے کمیونزم کے لئے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بحوالہ (روزنامہ انجام ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء) افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کے ۶ سال کے عرصہ میں اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق دس لاکھ مسلمانوں کو قتل اور زخمی کیا اور تیس لاکھ افغان مہاجرین صرف پاکستان میں پناہ گزین ہیں۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۱ء اخبار جنگ راولپنڈی۔ اب افغانستان کی جنگ گیارہ سالہ دور میں داخل ہوئی۔ ۱۷ لاکھ مجاہدین شہید ہوئے ہیں اور ۵۰ لاکھ صرف پاکستان میں پناہ گزین ہیں۔

یہ حسی تمدن اور مادہ پرستی کے فلسفے کا تھوڑا سا نمونہ ہے کہ فحاشی یا غارت گری جبر و تشدد مستی اور عیاشی کے ذریعہ جو ظاہری منافع حاصل ہو جائے وہ حسن اخلاق ہیں اور اس راستے کی ہر رکاوٹ بد اخلاقی ہے۔ گویا کہ نقشہ ہی الٹا ہو گیا ہے۔

رنگے کو نارنگی کہا دودھ کڑھے کو کھویا

چلتی کا نام گاڑی رکھا یوں کبیرا رویا

۲۔اشراقی تمدن: یہ تمدن حسی اور عقلی تمدن کا مقابل اور ضد ہے وہاں افراط ہے تو یہاں تفریط ہے وہاں جس طرح روح اور اس کے متعلق نظام کا انکار ہوتا ہے یا نظر انداز کیا جاتا ہے تو یہاں اشراق میں جسم اور اس کے متعلقات مادیات کے خلاف جنگ کی جاتی ہے اور اس کو بلند اخلاق کا نام دیا جاتا ہے، چنانچہ اشراق کے بڑے بڑے پیشوا کہتے ہیں کہ انسان کے لئے سب سے بڑی مصیبت لذت و مسرت ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ سے روح کو جسم سے وابستگی اور دلچسپی قائم ہو جاتی ہے اور اسی کے باعث روح کا عنصر یزدانیت ماند پڑ جاتا ہے اور پھر روح حقیقت کو چھوڑ کر جسم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے لگتی ہے جو روح کو گمراہ کرتا رہتا ہے اور جب تک روح قید مادیت میں گرفتار رہے گی ہم کبھی اصلی حقائق کو نہیں پا سکتے ہیں۔

اس تمدن کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جسم اور اس کے متعلقات سے نہ صرف غفلت برتی جاتی ہے بلکہ اس کے خلاف ایک معاندانہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے دنیا کو دار العذاب، زندگی کو بار گراں اور دنیوی تعلقات کو طوق وسلاسل سمجھا جانے لگتا ہے۔ یہ فلسفہ کسی تعمیر کا کام نہیں البتہ تخریب کا کام دے سکتا ہے، اس اشراقی تمدن بالآخر عیسائیت رہبانیت سے بھی چار قدم آگے نکل گئی، ازدواج کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا اور طبقہ نسواں کے وجود کو دنیا کے لئے لعنت قرار دیا اور اس کے ساتھ تعلقات کو دینی ترقی کے لئے سب سے بڑا مانع سمجھا گیا، بڑے بڑے راہبوں نے اس کی علانیہ تبلیغ کی اور ماؤں کے گودوں سے بچوں کو اغوا کر کے صحراؤں میں رکھ کر ان کو راہب بنایا، جسم کشی، خود آزاری اور خلاف فطرت ریاضتوں کے بڑے بڑے واقعات ہوئے، وحشی درندوں کے غاروں میں بیٹھنا، خشک کنوؤں اور قبرستانوں میں رہنا، ستر پوشی کا کام اپنے لمبے لمبے بالوں

سے لینا، چو پایوں کی طرح ہاتھ پیر کے بل چلنا، انسانی خوراک کے بجائے گھاس پر وقت گذارنا، سال بھر تک ایک پاؤں پر کھڑا رہنا، نیند دور کرنے کے لئے ترقوت کی ہڈی میں سوراخ کر کے رسی ڈال کر لٹکنا، یہ سب واقعات جس سے انسان لرز جاتا ہے یورپ کی تاریخوں میں بدھ مت اور مسخ شدہ مسیحیت کی داستانوں میں مسلمہ حقیقت ہے جو اشراقیت سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ان کے ہاں بلند اخلاق تصور کئے جاتے تھے اور اس تخریب و تعطل کو وہ کامیابی کا راستہ تصور کرتے تھے۔

۳۔اسلامی تمدن: حسی وعقلی تمدن کی ظاہر بینی اور اشراقیت کی تجرد پرستی کو دیکھ کر ہم مجبور ہو گئے اور ہم نے سوچا کہ کائنات کا یہ مربوط نظام، اس کے عناصر کا یہ خاص اعتدال، اس کے اجزا کا یہ تناسب اور آپس کا یہ تعاون یوں ہی خود بخود کیف ما اتفق کے اصول کے تحت نہیں آیا بلکہ اس کا کوئی چلانے والا ہے، اس کی کوئی ابتداء اور کوئی انتہاء ہے اور اس سے کوئی بڑی غرض وغایت وابستہ ہے۔ اسی طرح جب ہم نے عالم اصغر میں نظر ڈالی اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کو دیکھا کہ کس اہتمام کیساتھ ان کو چلایا جارہا ہے، رہنے کے لئے کیا کیا انتظامات ہو رہے ہیں، شعبہ حیات کے ہر پہلو کے لئے کس احسن طریقہ پر اسباب مہیا کئے جارہے ہیں، سماوی اور ارضی نظام، سفلی اور فضائی نظام کو کس طرح اس حضرت انسان کی خدمت میں ایک خاص انداز سے مصروف کار رکھا گیا ہے۔ تو ہم نے اس حقیقت کو پالیا کہ انسان جانوروں اور حشرات الارض کی سطح سے بلند ہے اور ہم نے جان لیا کہ اس نوع کی رہنمائی کے لئے جس طرح مادی انتظامات ہوئے ہیں اور حسی میدان میں ان کی زندگی کا پورا اہتمام کیا گیا ہے تو لامحالہ ان کی روحانیت کے لئے بھی ایک ضابطہ اخلاق مقرر ہوگا اور ان کو جانوروں کی طرح یوں ہی مہمل نہیں چھوڑا گیا ہوگا، ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ مجموعی حیثیت سے انسان کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا کوئی انتظام ضرور بالضرور ہونا چاہیے۔

اس موقع پر ہمارے سامنے ایسے انسان آتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری رہنمائی کر سکتے ہیں ان کا دعوی ہوتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے جس نے اس مربوط نظام کو قائم کیا ہے اس کو ایک کلی قدرت حاصل ہے کہ تمام طاقتیں اس کے سامنے کالعدم ہیں وہ انسان کو پیدا کرتا ہے، پالتا ہے، مارتا ہے اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور ہر ایک سے اس کی زندگی کا حساب لے گا۔ اس کے قانون کے تحت پابندی سے زندگی گذارنے والے کو جنت اور انعامات عطا کرے گا اور مخالفت کرنے والے کو دوزخ میں ڈالے گا ان پاکیزہ تعلیمات کا درس دینے والے یہ انسان سیرت و کردار، اخلاق و گفتار کے لحاظ سے نہایت بلند اور دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں ایک طویل عرصہ کے تجربات میں ان کی سچائی، دیانت داری، خدا ترسی، حق شناسی، غریب پروری، انصاف پسندی، معیاری پاکیزگی اور بلند اخلاق سب کے ہاں مسلم ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں رہتا ہے ان کو جس نے دیکھا پورا دیکھا کیونکہ ان کی ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہیں ہوتا وہ نہایت کامل العقل، صائب الرائے اور متوازن فہم رکھنے والے ہوتے ہیں ان کے علوم مرحلہ وار اور تدریجی نہیں ہوتے ہیں بلکہ بغیر انتظار کے حق ان میں دفعۃً ظاہر ہو جاتا ہے کوئی دنیوی معلم ان کا معلم نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ عام فہم زبان اور سہل الفاظ میں دوٹوک انداز کے ساتھ اپنے مخاطبین کو سمجھاتے ہیں ان کے اور ان کے رب کے درمیان پیغام رسانی کے لئے ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم براہ راست ان تک پہنچاتا ہے۔ کبھی بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو احکامات ملتے ہیں ان کو اپنی تعلیمات پر اس درجہ یقین ہوتا ہے جیسا کہ حقائق حسیہ وجدانیہ اور مشاہدہ پر ہوتا ہے وہ ہوا کے رخ کے ساتھ نہیں چلتے ہیں بلکہ اس رخ کو صحیح سمت کی طرف موڑنے والے ہوتے ہیں چاہے اس عمل میں پورا معاشرہ یکسر مخالف کیوں نہ ہو۔

ان کی تعلیمات پر چلنے والے اور ان کے اصول پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے لوگ حسن

سیرت میں جامعیت اور اعتدال و توازن میں خدا ترسی اور پاکیزگی اخلاق و حق شناسی میں تمام انسانوں سے بلند اور ممتاز ہوتے ہیں۔ یہ انبیاء کرام کی جماعت ہوتی ہے ان کو نبی و رسول اور پیغمبر کے نام سے دنیا جانتی اور یاد کرتی ہے، ان کی رسالت پر ان کے پاس دوسرے عقلی و نقلی دلائل کے علاوہ معجزات ہوتے ہیں یعنی ایسا کام کر کے دکھانا جو عام مخلوق کی بس میں نہ ہو اس کے سامنے سب عاجز ہوں۔ جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، پتھروں کا سلام کرنا اور جانوروں کا کلام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان معجزات میں سب سے بڑا معجزہ ان کے پاس آسمانی وحی کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تدریجاً یا دفعۃً دیا جاتا ہے۔ ان کے وقت کے مخالفین ہر مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہیں مگر اس آسمانی کتاب کے مقابلہ سے بھاگتے ہیں، میدان کارزار میں سر کٹوانے کے لئے نکل آتے ہیں لیکن اس کتاب کا مقابلہ اس لئے نہیں کرتے کہ یہ ان کے لئے محال ہوتا ہے، اب ان انبیاء کرام میں سید الاولین والآخرین نبی الرحمہ و نبی الملاحم نبی آخر الزمان محمد بن عبداللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم النبیین کی حیثیت سے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے سامنے اپنی سیرت کو بطور نمونہ پیش کیا کسی نے آپ کی سیرت و کردار پر انگلی نہیں اٹھائی بلکہ آپ کو پاکباز، دیانت دار، راست باز تسلیم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوائے نبوت پر عقلی و نقلی اور وحی کے دلائل کے علاوہ معجزات بھی پیش فرمائے، جن کے سامنے تمام معاندین عاجز ہو گئے۔

پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو وحی کی شکل میں آپ پر اترا تھا اس کو پیش کیا کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس کا مقابلہ کر سکے، میدانی لڑائی کے لئے تیار ہوئے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بنانے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر اس خدائی کلام کے بار بار چیلنج کا جواب ایک سورت یا چند آیتوں کی شکل میں نہ دے سکے۔

اس عاجزی اور بے بسی اور بے کسی اور شکست کے دوران بہت ساروں پر حق کھل گیا اور انہوں

نے اسلام کو قبول کیا اور بالآخر پورا جزیرہ عرب اسلام کے تحت متحد ہو کر مسلمان ہو گیا، اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مجادلہ ومحادثہ ومقابلہ کا مرحلہ گذر گیا ہے اور عرب نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ یہ خدا کا کلام قرآن کریم ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔

اب اس وقت جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ان پر اس کلام کے تمام مندرجات من وعن تسلیم کرنا لازم ہے بالفاظ دیگر جو تعلیم اس کتاب نے دی ہے وہ عینِ اخلاق ہے، بہت خوب اور بہت اچھی ہے، ہم سب مسلمان اس کے پابند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم اس کلام میں دیا ہے وہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا وہ حکیم ہیں اس کا کوئی حکم بندوں کے فائدے اور بھلائی سے خالی نہیں ہو سکتا ہے، اس اصول کے تحت نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، توحید ورسالت عقیدہ، آخرت اور دیگر معاشرتی اقتصادی اور سیاسی تعلیمات سب خوبی سے مزین ہیں کوئی مسلمان اس کو دائرہ اخلاق سے خارج نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ آسمانی خدائی احکامات ہیں۔ انہی تعلیمات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم اخلاقی سند سے نوازا ہے وہ سند ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ ہے ''یعنی آپ اونچے اخلاق کے مالک ہیں''۔ انتہیٰ کلامہ

آپ نے خود بھی یہ اعلان کیا کہ: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ''

ترجمہ: ''میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں''۔

ان ارشادات کی روشنی میں ہم واضح طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے متعلق جو ترغیب دی ہے وہ عین اخلاق ہے وہ مامور بہ حکم ہے جو حسن وخوبی پر مبنی ہے کیونکہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ اس میں حکمت وتدبیر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فرمان ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو جہاں قرآن کریم نے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ سے یاد فرمایا ہے، وہیں پر آپ کو ﴿وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ﴾ کا حکم بھی ہوا ہے یعنی کفار پر سختی کریں ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ﴾ یعنی مومنوں کو جنگ پر ابھاریں، کے احکامات سے بھی نوازا ہے

،صحابہ کرام کی جماعت کا طرہ امتیاز بتایا گیا ہے کہ ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ دشمن پر سخت ہوں گے آپس میں نرم دل ہوں گے، تو اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں اور مجرموں کو وفادار بندوں کے ذریعہ سے سزا دینے کا جو حکم دیا ہے، وہ عینِ اخلاق ہے، مجرم کے گلے میں کوئی بھی معاشرہ پھولوں کا ہار نہیں ڈالتا بلکہ مجرم کے ساتھ اس طرح مصنوعی اخلاق سے پیش آنا غیر مجرموں اور شریفوں پر ظلم کرنا ہے ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ آیت کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا "أَنَا الضَّحُوكُ الْقَتَّالُ" کہ میں ہنس مکھ لڑنے والا ہوں، یعنی میدان جہاد میں لڑنا خلق عظیم کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کے تحت داخل ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے اور وہ اخلاق کے مخالف نہیں بلکہ مطابق ہوتا ہے......! اگر کسی حسی تمدن اور اشراقی تمدن والوں کے ذہن میں جہاد کا سمجھنا مشکل ہو رہا ہے کہ آیا یہ اخلاق کے مطابق ہے یا نہیں تو وہ اتنا سمجھ لیں کہ جہاد، شرعی تمدن کا حصہ ہے جو ہم پر اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نظام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائیں اور ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا راز اسی کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ: کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے اس خالص شرعی حکم کو اگر ہم اخلاق کے خلاف بد اخلاقی تصور کریں گے تو ہم کافر ہو جائیں گے۔ ہم اپنے رسول کے دس سالہ مسلح مدنی دور کے مخالف ہو جائیں گے اور اپنے پیشوا صحابہ کرامؓ کے پچاس سالہ جہاد کے دور سے کٹ کر رہ جائیں گے۔

اس کے علاوہ آپ ایک بات یہ سمجھیں کہ اخلاق دو قسم پر ہیں۔

ا۔ تجارتی اخلاق۔ ۲ شرعی اخلاق تجارتی اخلاق وہ ہیں کہ جس چیز سے آپ کو نفع حاصل ہو سکتا ہے اس کے لئے آپ ہر اُصول کو پامال کر کے اس تک پہنچ جائیں۔ تاجروں کے اپنے اخلاق جیسے بھی ہوں لیکن تجارت اور گاہک کے پیش نظر وہ اپنے اخلاق کو ہر شخص کے لئے اس کے مزاج کے

مطابق رکھتے ہیں بدعقیدہ کے ساتھ بدعقیدگی اور خوش عقیدہ کے ساتھ خوش عقیدگی کا معاملہ رکھتے ہیں۔ آج کل کفار کے ہاں مغربی یورپی ممالک میں فحاشی کے جو اخلاق سوز واقعات روز روشن کی طرح عیاں ہیں وہ سب اسی تجارتی اخلاق کے کرشمے ہیں، منافق قسم کے مسلمانوں میں جو بناوٹی اور مصنوعی اخلاق نظر آتے ہیں وہ تمام انہیں تجارتی اخلاق کا حصہ ہے یہ اخلاق زمانہ، حالات اور اغراض کے پیش نظر بدلتے رہتے ہیں لیکن جو شرعی اور طبعی وفطری اخلاق ہیں وہ اغراض کے تحت نہیں ہوتے بلکہ وہ شریعت کا ایک حکم ہوتا ہے جو فطرت سلیمہ کے اصول کے تحت ہمیشہ ایک جیسے رہتے ہیں، کسی شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا کہ اس کا دل خوش ہوجائے اور درجہ رکھتا ہے اور کسی گاہک کیساتھ ہنس مکھ ہونا اور حیثیت رکھتا ہے......!

تجارتی اخلاق کی اس تصویر کا دوسرا رخ شرعی اخلاق ہیں اس میں اصول کی پابندی ہے اغراض نفسانیہ سے ہٹ کر خالق ومخلوق کے حقوق کی رعایت کرنا ہے، اس میں زانی محصن کو سنگسار کرنا ہے، غیر محصن کو کوڑے مارنے ہیں، چور کا ہاتھ کاٹنا ہے، شرابی کو کوڑے لگانے ہیں، وہاں اصول کو پامال کر کے مصنوعی اخلاق سے مجرم کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال کر شرافت کا خون کرنا نہیں ہوتا ہے اس شرعی اخلاق میں سب سے بڑا مقبول وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے میدان جہاد میں جان اور مال دونوں کی قربانی پیش کرے اور یا اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو تہ تیغ کر کے اللہ کی زمین پر اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث ہے کہ منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوسکتیں ایک تو اچھے اخلاق اور دوسری دین کی سمجھ بوجھ۔ اور قرآن کریم میں جہاد کو منافق اور مومن کے درمیان فرق کرنے والا کہا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ جو لوگ پرلے درجے کے بداخلاق ہوتے ہیں وہی لوگ جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور جو لوگ جہاد میں آگے آگے رہے ہیں اس حدیث کی رو سے وہ سب سے اچھے اخلاق کے حامل ہیں۔

اب آپ مذکورہ سوال کا جواب دوسرے الفاظ میں ذرا قریب سے سن لیں اور وہ اس طرح کہ

اسلام تو تلوار کے زور سے پھیل ہی نہیں سکتا تلوار نے تو صرف ظلم کو توڑ کر فضاء کو سازگار بنایا ہے تا کہ آزادانہ طور پر ہر شخص اسلام کی خوبیوں کو قریب سے دیکھ سکے۔ ورنہ اگر کوئی شخص تلوار کے ڈر سے زبردستی طور پر مسلمان ہو جاتا ہے زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور دل میں اسلام کا عقیدہ نہ ہو تو شریعت نے اس کو مسلمان تسلیم ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کو اسلام نے منافق کہا ہے اسلام سے ان کو خارج مانا ہے، مسلمان اور مومن وہ شخص ہے جو برضاء ورغبت اسلام کو دل اور زبان سے قبول کرتا ہے۔

تو اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا کہ کوئی اعتراض کر سکے کہ اسلام تلوار ہی کے زور سے پھیلا ہے۔ پھر آپ اس بات کو بھی ذرا دیکھ لیں کہ اگر قرون اولیٰ میں اسلام زبردستی اور تلوار کے زور سے لوگوں نے قبول کیا تھا تو جو مجاہدین صحابہ کرامؓ فارس اور روم کے مفتوحہ علاقوں سے واپس ہو گئے تو پھر وہ کونسی چیز تھی جس نے لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے پر مجبور کیا؟ اگر اسلام کی اپنی خوبی اور غیر متزلزل عقیدہ نہ ہوتا تو وہ لوگ سب اسلام سے پھر جاتے مگر ایسا نہیں ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام کی اپنی خوبی تھی جس کو سمجھنے کے بعد لوگوں نے سینہ سے لگایا۔ البتہ تلوار اٹھانا اسلام کا حکم ہے تا کہ ظلم ٹوٹ کر حالات سازگار ہو جائیں اور ہر شخص آزادانہ طور پر اسلام کو سمجھ سکے اسلام نے تلوار اٹھانے کا حکم اس لئے نہیں دیا ہے کہ اسلام قبول کرلو ورنہ مار دوں گا۔ بلکہ اس طرح اکراہی صورت تو غیر مسلم کے حق میں ناجائز ہے کیونکہ اسلام تو ذمی کے حقوق کا تعین کرتا ہے۔ ہاں جہاد کے ذریعہ سے اسلام غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے سایہ میں غیر مسلم بھی اتنا ہی محفوظ ہوتا ہے جتنا کہ ایک مسلمان محفوظ ہوتا ہے اور وہ اسلام کو قریب سے دیکھ سکتا ہے۔ اس موقع پر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا وہ جملہ آبِ زر کے ساتھ لکھنے کا حقدار ہے جو انہوں نے فرمایا کہ "میں نہیں جانتا کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا تلوار سے، البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ اسلام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانا ضروری ہے"۔

ان تمام بحثوں پر مزید آپ یہ سوچیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دس سالہ مسلح جہاد میں کتنے لوگ کام آئے ہیں، تمام غزوات میں طرفین کے ایک ہزار اٹھارہ آدمی کام آئے ہیں۔ جن میں ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے ہیں اور ۷۵۹ کافر مارے گئے ہیں۔ یہ ۲۷ بڑی جنگوں اور ۵۶ چھاپہ مار کاروائیوں کا نتیجہ اور نقشہ ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاط اور دوسری طرف صرف روس کے انقلاب میں پانچ کروڑ انسانوں کے قتل عام کو دیکھئے اور پھر اخلاق اور بداخلاقی کا خود فیصلہ کیجئے۔ انقلاب چین کے ڈیڑھ کروڑ انسانوں کے قتل عام کو دیکھئے اور امریکہ کی قتل وغارت دیکھئے اور پھر موازنہ کیجئے......! اسلام نے تو فساد ختم کرنے کے لئے یقیناً تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ساتھ احتیاط کو دیکھیں کہ پہلے دعوت حق دیدو، اگر مان لے تو مت لڑو، ورنہ اسلامی قانون کی تنفیذ کی بات سامنے رکھو اگر اجازت دے دے تو پھر بھی مت لڑو، اور اگر اس کا بھی انکار کرے تو پھر بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور کنارہ کش اشخاص کو چھوڑ کر باقی ماندہ سرکشوں سے لڑو، دوران جنگ اگر وہ امن مانگیں تو کوئی بھی مسلمان امن دے سکتا ہے اس سے بڑھ کر اخلاق کا کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے اگر تمہارے ہاں اخلاق اس کو کہتے ہیں کہ اسلام کے لئے، امن عالم کے لئے، عبادات و معابد کی حفاظت کے لئے تلوار نہ اٹھائی جائے تو یاد رکھنا دنیا کا کوئی نظام اور قانون ایسا نہیں ہے جس میں دفاع کا اصول نہ ہو، دفاع کے بغیر ایک گھر بھی عزت کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا تو اتنا بڑا نظامِ اسلام اصول دفاع کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے......! شاعر کہتا ہے

وَمَا مَنَعَتْ دَارٌ وَلَا عَزٌّ اَهْلُهَا

مِنَ النَّاسِ اِلَّا بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ

ترجمہ: عمدہ گھوڑوں اور نیزوں کے بغیر دشمن سے نہ کوئی گھر محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ اس کے اہل وعیال باعزت رہ سکتے ہیں۔

مزید یہ کہ تلوار اٹھانے پر ہم شرعاً مجبور ہیں کیونکہ

﴿وَاَعِدُّوْ لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ﴾ اور ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾

نے ہمیں اس اصول پر آمادہ کیا ہے۔

کفار تو کفار ہیں بعض مسلمان بھی کفار کے اس پروپیگنڈے سے متأثر ہیں اور برسرِ عام کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں اخلاق سے پھیلا ہے تو گویا یہی لوگ اسلام میں تلوار اٹھانے کو بداخلاقی سے تعبیر کر رہے ہیں، یہ بہت خطرناک صورتحال ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے تلوار اٹھائی، تو کیا (نعوذ باللہ) اس کو بداخلاقی سے تعبیر کرو گے؟ لہٰذا اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے۔ کہ اغیار ہمیں گڑ میں زہر تو نہیں کھلا رہے ہیں؟

خیرامت کی بحث

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران الآية ۱۱۰)

اس آیت میں سیاق وسباق کے لحاظ سے اہل کتاب اور مسلمانوں میں تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور مسلمانوں کو ان کے فریضہ کے متعلق ہمت دلائی ہے کہ بنیادی حیثیت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، اس کو پہچان لو اور اس کا حق ادا کرو۔ تمہاری حیثیت وقتی نہیں ہے ہمہ وقتی ہے تم کو امر بالمعروف کیلئے منتخب کیا ہے جس کے ساتھ نہی عن المنکر لازمی جز ہے یہ تمہارا مستقل کام ہے۔ حالات کی عارضی تبدیلی سے تم اپنے مستقل کام سے پیچھے مت ہٹو۔

الغرض اس آیت میں امت محمدیه علی صاحبها الف الف تحیة کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور خیریت وافضلیت کے وہ اسباب بیان ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یہ امت خیر الامم بنی ہے۔ اول سبب امر بالمعروف ہے دوسرا سبب نهی عن المنکر ہے اور تیسرا

سبب ایمان باللہ ہے اور چونکہ یہ وہی ممتاز ایمان ہے کہ پہلے دو سبب جس امت میں جتنے مؤثر رہے ہوں اتنا ہی اس امت کا ایمان قوی ہوگا تو اس کو بالتبع درجہ سوم میں رکھا، اب دو چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں

(۱) پہلی چیز: یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا چیز ہے۔

(۲) دوسری چیز: یہ کہ اس آیت کے مصداق کون لوگ ہیں۔ پہلی چیز کے متعلق تو سابقہ اوراق میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے یہاں پھر اشارہ کروں کہ معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت اسلامیہ کی رو سے معروف اور پسندیدہ ہو اور منکر ہر وہ کام ہے جو شرع شریف کی رو سے ناپسندیدہ ہو۔ امر بالمعروف کے تحت ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نیکی داخل ہے اور اسی طرح نہی عن المنکر میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا گناہ داخل ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ایک شریعت کا ایجابی پہلو ہے اور دوسرا سلبی پہلو ہے۔ لہٰذا معروف سنن و مستحبات کو بھی شامل ہے اور فرائض و واجبات کو بھی شامل ہے، اسی طرح نواہی مکروہات کو بھی شامل ہے، اور حرام کو بھی شامل ہے۔ مثلاً راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا اور بوقت ملاقات خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی معروف میں آتا ہے اور کلمۂ توحید و کلمہ شہادت کی طرف کفار کو دعوت دینا بھی معروف میں شامل ہے اسی طرح بائیں ہاتھ سے کھانا پینا منکر میں داخل ہے اس سے روکنا بھی نہی عن المنکر ہے اور کفر و شرک بھی منکر ہے اس سے روکنا بھی نہی عن المنکر ہے۔

اب ایک ابتدائی ادنیٰ درجہ ہے اور ایک انتہائی اعلیٰ درجہ ہے۔ تو جس شخص نے اپنے آپ کو جس درجہ میں مشغول رکھا وہ اتنا ہی درجہ پائے گا۔ مثلاً ایک شخص سنن و مستحبات کی دعوت دیتا ہے اور مکروہات سے روکتا ہے وہ اس کے مناسب درجہ پائے گا اور ایک شخص ایمان و اسلام کی دعوت دیتا ہے اور کفر سے روکتا ہے وہ اس کا درجہ پائے گا۔ دونوں کے رتبے الگ الگ ہونگے۔ ظاہر

ہے کام جتنا بڑا ہوگا انعام بھی اتنا ہی بڑا ملے گا اس میں اگر کوئی فرق نہ کرے اور کام تو کرے چھوٹا اور دعویٰ کرے بڑے ثواب کا، تو ضابطہ کے تحت یہ اس شخص کی نا سمجھی ہوگی۔

ہاں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ جس شخص نے ان دو چیزوں میں ایک پر عمل کیا اور دوسرے کو چھوڑا یعنی امر بالمعروف کیا اور نھی عن المنکر کو چھوڑا وہ شخص اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ امر بالمعروف کرنے کا ثواب اس کو مل سکتا ہے لیکن وہ خیر الامم کا مکمل مصداق نہیں بنے گا۔ کیونکہ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے صاف الفاظ میں فرمایا۔

"مَنْ فَعَلَ فِعْلَهُمْ كَانَ مِثْلَهُمْ" تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۷۰ یعنی جس شخص نے صحابہؓ والا کام کیا تو وہ ان کی طرح ہوگا۔

ابن کثیرؒ نے یوں نقل کیا ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ فِي حَجَّةٍ حَجَّهَا رَأَى مِنَ النَّاسِ دِعَةً فَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَلْيُؤَدِّ شَرْطَ اللّٰهِ فِيْهَا.(ابن کثیر ۱ /۳۵۹ دار الفکر)

یعنی عمر بن خطابؓ نے حج کے دوران جب لوگوں کو آرام وراحت میں دیکھا تو یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جس کو پسند ہو کہ وہ اس خیرامت میں ہو جائے تو وہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ خیر الامم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ساتھ ساتھ چلا رہا ہو۔

اب دوسری چیز کہ اس آیت کی تفسیر اور اس کا مفہوم کیا ہے اور اس کے مصداق کون لوگ ہیں۔ تو اس کے لئے ہمیں سلف صالحین اور معتمد مفسرین کی تشریحات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آیات کے مصداق معلوم کرنے میں مفسرین پر اعتماد کرنا پڑتا ہے ورنہ ہر آدمی کسی بھی

آیت کو اپنے کسی بھی عمل پر چسپاں کر سکتا ہے تو لیجئے ابن کثیرؒ کا حوالہ حاضر ہے۔

۱۔ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٌ قَالَ الْبُخَارِيُّ بِسَنَدِهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَاْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْنَ فِي الْاِسْلَامِ وَهٰكَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَمُجَاهِدٌ، وَعَطِيَّةُ، وَعِكْرَمَةُؒ.

(التفسیر لابن کثیر ۱/ ۳۵۴ دار الفکر)

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے ''کنتم خیر امۃ'' کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کے لئے بہترین خیر خواہ امت ہو ،ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اور ان کی گردنوں میں زنجیر ڈال کر اسلام کی طرف لاؤ گے یہاں تک کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ نَحْنُ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ نَسُوْقُهُمْ بِالسَّلَاسِلِ اِلَى الْاِسْلَامِ(رواه الترمذی)قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُمُ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَشَهِدُوْا بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ. (۴/ ۱۶۶ دار الکتاب العربی)

یعنی اسی طرح قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لئے بہترین امت ہیں۔

ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اسلام کی طرف کھینچ کر لائیں گے۔اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خیر الناس وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بدر و حدیبیہ میں شریک جہاد ہوئے۔

☆ وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فَجَعَلَ تَعَالٰى الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ، فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ اَخَصَّ اَوْصَافِ الْمُؤْمِنِ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَرَأْسُهَا الدُّعَاءُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْقِتَالُ عَلَيْهِ.(۵۱/۴)

ایک اور روایت کی تشریح میں قرطبیؒ نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو منافقین اور مؤمنین کے درمیان مابہ الامتیاز اور فرق بنایا ہے۔ پس یہ بات واضح ہے کہ مومن کی خاص صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اس کی جڑ اور بنیاد اسلام کی دعوت دینا ہے اور اس پر لڑ کر جہاد کرنا ہے۔

☆ قرطبیؒ نے مزید فرمایا

"فَالْمُنْكَرُ اِذَا اَمْكَنَتْ اِزَالَتُهُ بِاللِّسَانِ لِلنَّاهِيْ فَلْيَفْعَلْهُ وَاِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ اِلَّا بِالْعُقُوْبَةِ اَوْ بِالْقَتْلِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنْ زَالَ بِدُوْنِ الْقَتْلِ لَمْ يَجُزِ الْقَتْلُ.(۵۳/۴)

یعنی اگر روکنے والے کے لئے ممکن ہو کہ زبان سے کہنے پر وہ برائی زائل ہو سکتی ہے تو ایسا ہی کرے اور ازالہ منکر اگر بغیر سزا یا بغیر قتل کرنے کے ممکن نہ ہو تو پھر ایسا ہی کرے اور اگر بغیر قتل کے ازالہ ہو سکتا ہے تو پھر قتل جائز نہیں۔

☆ قرطبیؒ نے ایک مقام پر یوں لکھا ہے۔

قَالَ اِبْنُ عَطِيَّةَ :اَلْاِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلٰى اَنَّ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْضٌ لِمَنْ اَطَاقَهُ وَاَمِنَ الضَّرَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ خَافَ فَيُنْكِرُ بِقَلْبِهٖ وَيَهْجُرُ ذَا الْمُنْكَرِ وَلَا يُخَالِطُهُ وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ النَّاهِيْ اَنْ يَّكُوْنَ سَلِيْمًا عَنِ الْمَعْصِيَةِ بَلْ يَنْهَى الْعُصَاةُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً.(المائدة قرطبی ۲۵۳/۶)

یعنی ابن عطیہؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ نہی عن المنکر فرض ہے اس شخص پر جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور نہی کی صورت میں اپنی اور مسلمانوں کی تکلیف اور ضرر پہنچنے سے بے خوف ہو اور اگر جان کا خطرہ ہو تو پھر دل سے برا ماننے اور گناہ کرنے والے سے الگ ہو جائے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط نہ رکھے اور نہی عن المنکر والے کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ گناہ گار بھی گناہ گاروں کو گناہ سے روکا کریں۔

☆ قرطبیؒ نے مزید لکھا ہے کہ؛

"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ عَلَى الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْآيَةِ. (۱۶۶/۴)

یعنی مجاہدؒ نے فرمایا کہ تم بہترین امت ہو لیکن یہ بہتری مشروط ہے ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر آیت میں ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

"وَفِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ وَالْخِطَابُ قِيْلَ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الضَّحَّاكُ وَقِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِنْ بَيْنِهِمْ وَهُوَ اَحَدُ خَبَرَيْنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَفِيْ اٰخَرَ اَنَّهُ عَامٌّ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْخِطَابَ وَاِنْ كَانَ خَاصًّا بِمَنْ شَاهَدَ الْوَحْيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْبِبَعْضِهِمْ لٰكِنْ حُكْمُهُ يَصْلُحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَامًّا لِلْكُلِّ ...... تَاْمُرُوْنَهُمْ اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُقِرُّوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتُقَاتِلُوْنَهُمْ عَلَيْهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ اَعْظَمُ الْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرُ هُوَ التَّكْذِيْبُ وَهُوَ اَنْكَرُ الْمُنْكَرِ وَكَاَنَّهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَمَلَ الْمُطْلَقَ عَلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ وَاِلَّا فَلَا قَرِيْنَةَ عَلٰى هٰذَا التَّخْصِيْصِ.

(روح المعانی ۳۳۲/۴ ط. دار احیاء التراث العربی)

ترجمہ: اور روح المعانی میں ہے کہ ضحاک کا خیال ہے کہ کنتم خیر امۃ کا یہ خطاب خاص ہے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مہاجرین کے ساتھ خاص ہے اور یہ ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے اور آپؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پوری امت کیلئے ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ آیت اور خطاب اگر چہ ان مؤمنین کیلئے تھا جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا تھا یا ان میں بھی بعض کیلئے مگر اس خطاب کا حکم یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ فضیلت پوری امت محمدیہ کیلئے ہو جائے اور ابن منذر وغیرہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو حکم دو کہ وہ کلمہ توحید وکلمہ شہادت کو مان لیں اس کی گواہی دیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ

اشارہ ہے اس کا اقرار کریں اور (انکار کی صورت میں) تم ان سے لڑو اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف اور نیکی ہے اور آیت کی دوسری شق کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو برائی سے روکا کرو اور سب سے بڑا منکر دین کی تکذیب ہے گویا ابن عباس نے منکر کے اطلاق کو اس کے فرد کامل پر محمول کیا ہے ورنہ اس تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ آیت کا پہلا مصداق تو جہاد ہے اور پھر اس کے ضمن میں دوسری نیکیاں بھی داخل ہیں اور اسی طرح آیت کے پہلے مخاطبین تو صحابہ کرامؓ ہیں لیکن ان کے بعد پوری امت اس کے مخاطب ہے۔

وَفِی التَّفْسِیْرِ الْکَبِیْرِ:

اَلسُّوَالُ الْاَوَّلُ : مِنْ اَیِّ، وَجْہٍ یَقْتَضِی الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ کَوْنَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَیْرَ الْاُمَمِ مَعَ اَنَّ ھٰذِہِ الصِّفَاتِ الثَّلَاثِ کَانَتْ شَامِلَۃً فِی سَائِرِ الْاُمَمِ؟

اَلْجَوَابُ: قَالَ الْقَفَّالُ تَفْضِیْلُھُمْ عَلَی الْاُمَمِ الَّذِیْنَ کَانُوْا قَبْلَھُمْ اِنَّمَا حَصَلَ لِاَجْلِ اَنَّھُمْ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ بِاٰکَدِ الْوُجُوْہِ وَھُوَ الْقِتَالُ لِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ قَدْ یَکُوْنُ بِالْقَلْبِ وَبِاللِّسَانِ وَبِالْیَدِ وَاَقْوَاھَا مَا یَکُوْنُ بِالْقِتَالِ لِاَنَّہٗ اِلْقَاءُ النَّفْسِ فِی خَطَرِ الْقَتْلِ وَاَعْرَفُ الْمَعْرُوْفَاتِ الدِّیْنُ الْحَقُّ وَالْاِیْمَانُ بِالتَّوْحِیْدِ وَالنُّبُوَّۃِ، وَاَنْکَرُ الْمُنْکَرَاتِ، اَلْکُفْرُ بِاللّٰہِ فَکَانَ الْجِھَادُ فِی الدِّیْنِ مَحْمَلًا لِاَعْظَمِ الْمَضَارِّ لِغَرَضِ اِیْصَالِ الْغَیْرِ اِلٰی اَعْظَمِ الْمَنَافِعِ، وَتَخْلِیْصِہٖ مِنْ اَعْظَمِ الْمَضَارِّ، فَوَجَبَ اَنْ یَکُوْنَ الْجِھَادُ اَعْظَمَ الْعِبَادَاتِ، وَلَمَّا کَانَ اَمْرُ الْجِھَادِ فِیْ شَرْعِنَا اَقْوٰی مِنْہُ فِیْ سَائِرِ الشَّرَائِعِ، لَاجَرَمَ صَارَ ذَالِکَ مُوْجِبًا لِفَضْلِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ. (التفسیر الکبیر ۱۶۶/۳ دارالفکر)

وَفِیْ اَحْکَامِ الْقُرْآنِ لِلْجَصَّاصِ. "اَلْجِھَادُ ضَرْبٌ مِّنَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیِ

عن المنکر ۔(احکام القرآن للجصاص ۳/۱۱۹)

تفسیر کبیر نے ایک سوال اٹھایا ہے جو اسی آیت کے متعلق ہے اور پھر جواب دیا ہے ۔سوال وجواب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: کس وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے حالانکہ یہ تینوں صفات اس سے پہلے امتوں میں بھی موجود تھیں؟

جواب: قفالؒ فرماتے ہیں کہ اس امت کی فضیلت سابقہ امتوں پر اس وجہ سے آگئی ہے کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ تاکید اور اہتمام کیساتھ کرتی ہے اور وہ ہے قتال، جہاد بالسیف کیوں کہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے ہوتا ہے، کبھی ہاتھ سے ہوتا ہے اور ہاتھ سے روکنے کا قوی تر اور اعلیٰ درجہ قتال ہے، جہاد بالسیف ہے۔ کیونکہ جہاد میں اپنی جان کو موت کے خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے اور نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی دین حق اور توحید ونبوت پر ایمان لانا ہے اور سب سے بڑی برائی کفر ہے پس اسلام میں جہاد کے ذریعہ سے ایک بڑی مصیبت اور بڑے خطرے کو برداشت کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کو بڑے منافع تک پہنچایا جائے اور ان کو کفر کی بڑی مصیبت سے چھڑایا جائے۔

پس ثابت ہو گیا کہ جہاد سب سے بڑی عبادت ہے اور چونکہ ہماری شریعت میں جہاد تمام شرائع کی نسبت قوی تر اور زیادہ ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جہاد ہی تمام امتوں پر اس امت کی فضیلت وفوقیت کا سبب بن گیا۔

اور امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اعلیٰ قسم ہے۔

معارف القرآن جلد۲ میں ہے۔''اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی

امتوں پر عائد تھا جس کی تفصیل احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اسلئے ان کا امر بالمعروف صرف زبان سے ہوسکتا تھا امت محمدیہ میں اس کے لئے تیسرا درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کی تنفید بھی اس کا جز ہے۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے فوائد میں اس کی تشریح یوں کی ہے۔

''یعنی یہ امت ہرامت سے بہتر ہے، ان دوصفت میں امر بالمعروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کی تقید اس قدر اور کسی دین میں نہیں۔ (موضح القرآن ص ۱۰۳)

اس آیت سے قبل آیت ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (ص ۱۰۱) آیت ۱۰۴ کی تشریح میں شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔

''معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو، اور دین کی تقید رکھنے کو تا کہ خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے

ع موسیٰ بدین خود عیسی بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

اس آیت کی تشریح میں صفحہ نمبر ۸۲ حاشیہ ۹ پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

''منکر برے کاموں میں کفر وشرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق وفجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح کا ہوگا۔ کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے، کبھی تلوار سے غرض ہر قسم جہاد اس میں داخل ہوگیا۔ یہ صفت جس قدر عموم واہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

بہرحال یہ چند اقتباسات تھے جو چند تفسیروں سے اخذ کیے گئے، اس طرح کے واضح فرامین کی موجودگی میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ حق کو سننے کے بعد قبول کرے اس میں دنیا اور آخرت کی

بھلائی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى اله واصحابه اجمعين

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

توضیحات مشکوٰۃ

(۸ جلدیں)

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی
استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

تحفۃ المنعم

(۸ جلدیں)

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی
استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

نشاندہی، تبصرے اور جائزے

عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب قرآن مجید کی اہلِ حق علما نے صحیح تفاسیر لکھ کر جو خدمت کی ہے اور اہل باطل علما نے غیر صحیح تفاسیر لکھ کر اس پر جو ظلم کیا ہے زیرِ نظر کتاب میں تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے ہیں پڑھیے اور انصاف پر مبنی فیصلہ کیجیے۔

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی

استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ ایمان ویقین

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

صفحۂ عالم پر
تاریخی نقوش

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی حفظہ اللہ
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب کی دیگر شہرۂ آفاق تصانیف

- توضیحات مشکوٰۃ (۸ جلدیں)
- اسلامی خلافت اور ہماری ذمہ داریاں
- صفحہ عالم پر تاریخی نقوش
- دعوت جہاد
- زلزلے کیوں آتے ہیں؟
- وعظ و بیان
- سبیل اللہ کی تحقیق
- اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ
- قوم ثمود کیسے تباہ ہوئی؟
- امام غزالی کا خط اپنے شاگرد کے نام
- اسلامی تحریکات اور منافقین کا کردار
- قتال الکفار
- درس ختم بخاری شریف (بھی سائز)
- حق و باطل کی پہچان
- جنگ بدر
- بڑوں کی جرأت چھوٹوں کی ہمت (بھی سائز)
- جنگ احد
- جنگ خندق
- غزوہ موتہ
- جنگ خیبر
- فتح مکہ
- غزوہ تبوک
- محمد رسول اللہ جنگ کے میدان میں
- تحفۃ المنعم (۸ جلدیں)
- فتوحات شام
- فتوحات مصر و فارس
- فتنہ ارتداد اور جہاد فی سبیل اللہ
- تسہیل العروض
- جاوید احمد غامدی کا منشور
- معتمد اور غیر معتمد تفاسیر
- عیسائی پادریوں سے چند سوالات
- دہشت گردی اور اسکے اسباب (بھی سائز)